جلد 7 شمارہ 3 مئی 2005ء ربیعؒ اوّل 1426ھ

اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ 14-15)

شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللّٰہ

محبّت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

Registerd

CPL No. 491

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

بیادگار **خواجہ عبدالحکیم انصاری**ؒ

بانی سلسلہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیت

عالمگیریت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 7 شمارہ 3 مئی 2005ء ربیع اوّل 1426ھ

ایڈیٹر وحید احمد

قیمت ———— -/20 روپے   سالانہ فنڈ ———— -/200 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیجئے:

محمد صدیق ڈار توحیدی

مرکز تعمیر ملت نزد توحیدیہ کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:0431-862835

Mob: 0320-5793520

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

وحید احمد

تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-881379

پبلشر محمد رشید انصاری نے سعد ابدین پرنٹرز مجلس منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-222020

E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

اسلامی مہینوں میں ربیع الاول کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اِس میں سردار انبیاء اور خاتم انبیاء حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء اور رسول تشریف لائے وہ کسی خاص قوم یا نسل کی راہنمائی کیلئے مبعوث ہوئے۔ اِن کو جو شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوئی وہ محدود ضروریات کے مطابق تھی۔ لیکن یہ اعزاز محسن انسانیت کو حاصل ہے کہ اِن کی نبوت اور شریعت تمام انسانوں اور زمانوں کیلئے ہے۔ آپؐ کے بعد نہ تو کسی کو نبوت عطاء ہوگی اور نہ شریعت۔ آپؐ کی شریعت میں ان تمام مسائل کا حل موجود ہے جو کہ بنی نوع انسان کو قیامت تک پیش آ سکتے ہیں۔ یہ سوچنا بھی کفر ہے کہ موجودہ زمانے کے مسائل کا حل قرآن اور سنت میں موجود نہیں۔

اس چیز کا علم تو سابقہ انبیاء کو تھا کہ اِن کو ملنے والی ہدایت محدود ہے اور تمام انسانیت کی ہدایت کیلئے حضور ﷺ تشریف لائیں گے اِسی لئے آپؐ کو دُعائے خلیلؑ اور نوید مسیحا کہتے ہیں۔ سابقہ انبیاء کو ملنے والی کتب اور شریعتیں وقت کے ساتھ معدوم ہو گئیں۔ اِن میں انہی کے نام لیواؤں نے تحریف کر کے اپنی ذاتی خواہشات کے زیر اثر اِن کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ یہ اس لئے ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا زمہ نہیں لیا تھا۔ یہ اعزاز بھی شریعت محمدیہؐ کو حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ جس کو واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک جیسا حضور ﷺ پر اُترا تھا آج بھی سو فیصد اسی حالت میں موجود ہے اور قیامت تک اِسی حالت میں رہے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرنے سے پہلے اسے اُٹھا لے۔

ربیع الاول کو ہمارے ملک میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ محافل نعت، جلسوں اور 12 ربیع الاول کو جلوس کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے اگر غور کیا جائے تو وقت کے ساتھ عوام کا جوش و خروش بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ ربیع الاول کے علاوہ بھی سارا سال محافل کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک طرف تو لوگوں کا جوش و خروش دیدنی ہے اور

دوسری طرف ہمارا معاشرہ برائیوں کے بھنور میں پھنستا جا رہا ہے۔ جن جن برائیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے سابقہ اقوام عذاب الٰہی کا شکار ہوتی رہی ہیں وہ برائیاں پوری آب و تاب کے ساتھ ہمارے معاشرے میں موجود ہیں اور دن بدن اِن کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہر سال اس دن کی نسبت سے ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ حضور نے جس دین کی اشاعت کیلئے اتنی تکلیفیں اُٹھائیں اس پر ہم کس حد تک عمل کر رہے ہیں۔ ہمارے معمولات میں اِس کا عمل دخل کس حد تک ہے کیا ہم حضورؐ کے اُمتی ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں؟ محض اِس دن کو جوش خروش سے منا لینے سے یہ حق ادا نہیں ہوگا جب تک ہم اس مبارک دین کو پوری طرح اپنے اوپر نافذ نہیں کریں گے۔ یہ وہ طرزِ زندگی ہے جس پر چلنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اس وقت اُمت مسلمہ کا حال یہ ہے کہ غیر مسلم اقوام اِس کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر رہی ہیں، اِن کا مال و متاع لوٹ رہی ہیں اور ان کی عزتوں سے کھیل رہی ہیں۔ اِس دن کی نسبت سے تمام مسلمانوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اس دین کو اپنے اوپر نافذ کئے بغیر ہم اِس دنیا میں عزت اور وقار کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یہی ہمارے مسائل اور مشکلات کے حل اور اِس عالم میں کامیابی کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُمت وسطیٰ کا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

والسلام! وحید احمد

تصوف کا مقام و اہمیت

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلب!

انسان کی اصل حقیقت کا پتہ اِسکی شکل وصورت اور ظاہری اخلاق واطوار سے ہرگز نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ انسان کے دل میں جو جذبات اُٹھتے ہیں اور جس قسم کے خیالات اِس کے ذہن کو گھیرے رہتے ہیں وہ اُس کی حقیقی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایک انسان کے ظاہری اقوال و افعال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں اُن کی اصلی قدر و قیمت کا تعین اِس کی نیت سے کیا جائے گا۔ اِس لئے حقیقی اصلاح کا تعلق انسان کے اندر ہی سے ہے۔ منافقین کیلئے اللہ نے بڑی سخت سزا کی وعید سنائی ہے حالانکہ وہ نماز کے پابند اور ہر لحاظ سے مسلمان دکھائی دیتے تھے۔ کسی بزرگ سے جب پوچھا گیا۔ کہ تقویٰ کی انتہا کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ "تقویٰ کی انتہا یہ ہے کہ حالت خواب میں بھی گناہ سرزد نہ ہو۔"، یعنی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا جزبہ شعور سے گزر کر لاشعور کی گہرائیوں میں رچ بس جائے۔ اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ دلوں کو نظر میں رکھتا ہے۔ اِس لئے اللہ کے قرب کے حصول کیلئے ظاہری عبادت کی پابندی کے ساتھ نیت کی دُرستی، نفس کا تزکیہ اور قلب کی صفائی نہایت ضروری ہے تاکہ خشوع وخضوع، عجز وحلم، مخلوق خدا سے محبت، احسان وایثار، عفوو درگذر، صبر وقناعت، رحم وکرم، توکل علی اللہ اور تبتل اِلی اللہ جیسی خوبیاں پیدا ہو جائیں۔ یہی تزکیہ ہے کہ معائب دور ہو کر محاسن پیدا ہو جائیں۔ سورۃ اعلیٰ ایت نمبر۱۴، ۱۵ میں ارشاد ہوا:۔

قد افلح من تزکی ٥وذکر اسم ربہ فصلی ٥

یعنی "وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی"۔ تصوف کا بھی یہی مقصود ہے کہ ایمان لانے اور ابدی حقیقتوں کا زبان سے اقرار کر لینے کے بعد قلب ونگاہ کی پاکیزگی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تاکہ حضوری والی نماز ممکن ہو سکے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ

قلب ونظر کی پاکیزگی کی اہمیت مزید واضح کرنے کیلئے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضورؐ کی بعثت اور تزکیہ نفس قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد چند مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس میں آپ کا عظیم منصب تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا اللہ کی آیات کی تلاوت، دوسرا تزکیہ باطن، اور تیسرا کتاب وحکمت کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴ ملاحظہ ہو۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین o

"بے شک اللہ نے احسان فرمایا مومنین پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور اس سے قبل تو وہ کھلی گمراہی میں تھے"۔

اِس کے علاوہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۱ اور سورۃ جمعہ آیت نمبر ۲ میں اِنہی الفاظ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کا ایک اہم فریضہ جس کا ذکر کتاب وحکمت کی تعلیم سے پہلے کیا گیا ہے مومنین کا تزکیہ کرنا ہے۔ یہ مبارک اور عظیم کام رُوحانی فیض اور توجہ سے کیا گیا۔ حضورؐ کے فیض صحبت ہی کے طفیل صحابہ کرامؓ کا اس طرح تزکیہ ہوا اور وہ ایمان کامل کے اس درجہ تک پہنچ گئے کہ اس مبارک گروہ کو اللہ کی طرف سے **خَیْرُ الْاُمَّۃ** کا خطاب اور رضی اللہ عنہم و رضوعنہ کی سند عطا ہوئی۔ جن صحابہؓ پر حضورؐ کی نظرِ کیمیا اثر زیادہ رہی اور وہ طویل عرصہ تک اس نعمت سے مستفید ہوئے انہوں نے اسی لحاظ سے بلند مراتب پائے اور صحابہؓ کبار کہلوائے۔ اس خیر القرون دور میں ہر وہ خوش بخت صاحبِ ایمان بھی حضور رحمتہ اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف

ہوگیا صحابہؓ کی صف میں شامل ہوگیا۔ حضورؐ خیرالانام کی ایک نظر اور چند لمحوں کی صحبت نے وہ کام کیا اور ایسا مقام عطا فرما دیا کہ بعد میں آنے والے اِس پر صرف رشک کر سکتے ہیں لیکن اُسے پا نہیں سکتے۔ حضورؐ رسالت مآب کا فیض اہل ایمان کے دلوں کا زنگ دور کر کے اور انہیں پاک وصاف کر کے ان پر اللہ کا رنگ اِس طرح چڑھا دیا جو کسی دوسرے طریقہ سے ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ان اوراد واذکار کا اہتمام نہیں تھا۔ جو موجودہ زمانے میں فقیری کے سلسلوں میں کرائے جاتے ہیں۔ انہیں اِس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ حضورﷺ کی صحبت سے اللہ کی محبت کچھ اس طرح دلوں میں گھر کر جاتی تھی کہ وہ اللہ کو بھول ہی نہ سکتے تھے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور جینا مرنا اللہ کیلئے ہو جاتا اور ہر قول، فعل اور حرکت میں اللہ کی رضا ہی اِن کا مقصود بن جاتی۔ **ترٰهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہِ و رِضوانا** o (الفتح۔۳۹) اُنہیں کی شان میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اِن کے درجات مزید بلند فرمائے اور ان کی روشن مثالوں سے ہمارے کردار کی ظلمت دور فرمائے۔ آمین!

صحبت اولیاء وصلحاء حضورؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ اور پھر اُنکے تربیت یافتہ تابعین کی صحبت سے تزکیہ باطن اور رُوحانی فیض رسانی کا کام احسن طریقے سے چلتا رہا۔ ان مبارک ہستیوں کے اِس کارِخیر کو آگے بڑھانے کا کام بعد میں آنے والے علماءِ حق نے سنبھالا کیونکہ وہی انبیاء کے وارث ٹھہرے۔ اُنہوں نے حضورؐ کے پورے مشن کو سنبھالا اور اِسے کامل صورت میں آگے بڑھایا۔ وہ گویا صوفی عالم تھے۔ اُنہوں نے جہاں اللہ کی آیات بیان کی اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر عقائد، ظاہری عبادات اور معاملات کو درست رکھا وہاں دلوں کا تصفیہ اور اخلاق کا تزکیہ کرنے کی مبارک سنت کا کام بھی جاری رکھا۔ اُنہوں نے شریعت و طریقت، فقہ و فقر اور علم و عرفان میں تفریق پیدا نہیں کی بلکہ ایمان کی تکمیل کیلئے ایک دوسرے کو لازم و ملزوم جانا اور اِس کی تعلیم اور تربیت بھی دی۔ بعد کے ادوار میں جب آہستہ آہستہ صفائے باطن کو ترک کر کے صرف ظواہر کی پابندی ہی کو مقصود بنا لیا گیا۔ جب اذانوں سے روح نکال لی گئی۔ جب فلسفہ رہ گیا اور تلقین غزالی نہ رہی۔ جب اللہ اور اِس کے رسولؐ کے عشق کی آگ بجھ گئی تو مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ جسے زمانے کی ہوائیں جدھر چاہتی ہیں اُڑاتی پھرتی ہیں۔

اب بقولِ اقبالؒ حال یہ ہے:۔

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا ملا، گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

اِس دور میں بھی اگرچہ اسلام کا ظاہری ڈھانچہ اپنی اصلی صورت میں قائم ہے۔ الحمدللہ! مسجدیں آباد ہیں۔ ماہِ رمضان تو دین کی بہار کا موسم ہوتا ہے اور حج کے اُمیدواروں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ حکومتیں سنبھال نہیں سکتیں۔ باوجود ازیں مسلمانوں کی جو حالت ہے اور اقوام عالم میں جو حیثیت ہے وہ عیاں ہے۔ وجہ صرف ایک ہے اللہ تعالیٰ اور اِس کے رسولؐ کے عشق کا فقدان اور دُنیا کی محبت کا غلبہ۔ مسلمانوں کی اِس حالت پر علامہ اقبالؒ مرثیہ خواں ہیں:۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

جس طرح صحابیت کے شرف کا مدار حضورؐ نبی کریم کے دیدار پر تھا اِسی طرح رُوحانی فیض حاصل کرنے اور عشق کی آگ روشن کرنے کے لئے کسی اُستاد معلم یا مرشد سے بالمشافہ ملاقات ہونا اور کچھ عرصہ اِن کی صحبت میں بسر کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے طالبوں اور راہِ محبت کے سالکوں کیلئے کسی مردِ کامل کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مولانا رومؒ کے اِس مشہور شعر سے ہر کوئی واقف ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء اللہ کی مجالس میں بسر کیا جانے والا تھوڑا سا زمانہ باطن میں وہ اِنقلاب برپا کر دیتا ہے جو اپنے طور پر ادا کی جانے والی برسوں کی عبادت سے ممکن نہیں۔

اولیاء اللہ جس قوت سے باطن کا تزکیہ کرتے ہیں وہ حضور خاتم النبیین رحمۃ للعلمین ﷺ کی امانت ہے اور سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ اِسے جذب کی قوت بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک جذب کی چنگاری کسی اللہ والے کے سینے سے عطا نہ ہو اللہ کی محبت کی آگ سلگ نہیں سکتی۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

کیہہ ہویا جے راتیں جاگیں جے مرشد جاگ نہ لائی ہو

یعنی مرشد اور راہبر کے فیض کے بغیر تجھے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا بھی فائدہ نہیں دیگا۔ اگرچہ گھی دودھ کے اندر ہی پوشیدہ ہے لیکن دودھ میں مدھانی چلا کر براہِ راست اُسے حاصل کرنے کی کوشش رائیگاں جائے گی۔ درست طریق کار یہی ہے کہ کوئی جاننے والا پہلے اُسے دہی کی جاگ لگائے جو سارے دودھ کی ماہیت بدل کر اُسے دہی میں تبدیل کر دے۔ اُس کے بعد بلونے کی مدھانی چلائے تو مقصود ہاتھ آ سکے گا۔ ایک چراغ جو صحیح و سالم ہو لیکن وہ خود بخود روشن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اِسے کسی "روشن چراغ" سے ملایا نہ جائے۔ اِسی طرح ایک عام لوہے کے ٹکڑے میں مقناطیسیت پیدا کرنے کیلئے دوسرے مقناطیس کا توسل اور قرب لازمی ہے جو اِس کے باطن میں غیر مرئی تبدیلی کر کے اُسے بھی مقناطیس بنا دے۔ اِسی طرح نفوس قدسیہ کی محبت اور توجہ دوسرے نفوس میں جو روحانی تبدیلی پیدا کرتی ہے وہ ایک عجیب و غریب اور حیران کن حقیقت ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اِس جذب کی قوت کا ذکر اور اِس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اک شرع مسلمانی اِک جذب مسلمانی
ہے جذب مسلمانی سر فلک الافلاک
اے رہر و فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہِ عمل پیدا نے شاخِ یقیں نمناک

اِس قوت جذب کے کھو جانے ہی سے اللہ پر ایمان کمزور پڑ گیا۔ سینوں میں اللہ اور اُس کے محبوب کے عشق کی آگ سرد پڑ گئی۔ نہ مومن رہا نہ مومن کی وہ نگاہ رہی جس سے سینوں کے اندر دھڑکنے والے دل لرز جاتے تھے اور جو دوسروں کی تقدیر بدل کر رکھ دیتی تھی۔ وہ مومن جو کبھی خود

تقدیر یزداں اور اللہ کا ہاتھ تھا غیروں کے ہاتھ میں اُن کا آلہ کار بن گیا اور وہی اُس کی قسمت کے فیصلے کرنے لگے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جس قوم کے ارادوں سے فطرت کے مقاصد کا پتہ چلتا تھا وہ آہستہ آہستہ بے عمل ہوتی چلی گئی اور سوگئی بلکہ مردہ ہوگئی اور اسلام صرف کتاب اللہ میں باقی رہ گیا۔ جب زوال آیا تو زندگی کا ہر پہلو اِس سے متاثر ہوا۔ مسلمان ہر شعبے میں پیچھے رہ گئے اور دوسری قومیں جنہوں نے علم کی روشنی مسلمانوں سے حاصل کی اور اسلامی زندگی کے حیات بخش اصولوں کو اپنالیا وہ فطرت کی طاقتوں کو مسخر کر کے مسرت وشادمانی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور اقوامِ عالم کی سیادت وقیادت اُنہی کے ہاتھ میں ہے اور جس قوم کے پراسرار غازی ذوقِ خدائی کے حامل تھے آج اُن کے ہاتھ میں کشکول گدائی ہے۔ حکیم الامتؒ کی تشخیص ملاحظہ ہو۔

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

اِس جذبِ اندروں کے حصول کیلئے کسی مردِ درویش سے تعلق پیدا کرنا لازمی ہے تاکہ دلوں میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ بھڑک اُٹھے جو مال و دولت کی محبت کے بت اور متاعِ غرور کے خس وخاشاک کو جلا کر راکھ کردے۔ ہر مسلمان کا تعلق حضورؐ کی اِتباع کرتے ہوئے کثرتِ ذکر کے ذریعے اللہ کے ساتھ مستحکم ہوجائے اور حضور رحمۃ للعالمینؐ کے مشن کو دنیا میں پھیلانے اور اِنسانیت کو ہر نوع کی غلامی اور استحصال سے نجات دلا کر امن وآشتی کا گہوارہ بنانے کی تمنا سینوں میں بیدار ہوجائے۔ (جاری)

حسد اور اس کے مہلک اثرات

مولانا حفظ الرحمٰن قاسمی

حسد کے معنی:۔

دوسروں کی خوشی دیکھ کر جلنے یا دوسروں کی نعمت کی زوال اور اپنے لئے اس نعمت کی خواہش کرنے کو حسد کہتے ہیں خواہ اس نعمت کا تعلق مال و دولت، عزت و جاہ، صحت و تندرستی کسی چیز سے بھی ہو یا لفاظ دیگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت یا خوبی یا فضیلت عطا فرمائی ہے اس پر کسی دوسرے شخص کا جل کر یہ چاہنا کہ وہ نعمت، خوبی یا فضیلت اس شخص سے چھن کر خود اس کو حاصل ہو جائے یا کم از کم اس دوسرے شخص کے پاس سے ضرور چھن جائے "حسد" کہلاتا ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حسد، کسی مستحق نعمت کی نعمت کا زوال اور اپنے لئے اس کی خواہش کرنے کو کہتے ہیں، قطع نظر اس بات سے کہ حاسد نے مستحق نعمت کے خلاف عملاً کوئی اقدام کیا ہے یا نہیں۔

اقسام:۔

حسد کی تین قسمیں ہیں (۱) اگر حاسد اپنے محسود کی نعمت کا زوال یا اس میں نقص پیدا کرنے کیلئے کسی قسم کی کوئی سی کوشش کرتا ہے تو یہ حسد ظلم کہلائے گا۔ اور حاسد کا یہ فعل جو تعدی پر محمول ہوگا جس کی قرآن و حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔ (۲) حاسد نے مستحق نعمت کے خلاف کوئی عملی اقدام یا ناپسندیدہ ذرائع و اسباب کا استعمال تو نہیں کیا لیکن اگر اس کا بس چلتا تو وہ اس سے دریغ ہرگز نہ کرتا تو یہ حسد قابل مذمت و نفرت بلکہ قابل گرفت و مواخذہ ہے۔ (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ حاسد اپنے محسود کے خلاف کوئی نامناسب قدم یہ سمجھ کر نہیں اٹھاتا ہے کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے تو یہ حسد قابل عفو و درگزر ہے، چنانچہ جن احادیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔ تین چیزیں ہیں جن سے کوئی محفوظ نہیں پہلی بدشگوی دوسری بدظنی تیسری حسد اسی طرح تین چیزوں سے کسی مسلمان کو دستگاری نہیں ہے۔ پہلی چیز حسد دوسری بدظنی تیسری بدفالی۔ اس حسد سے مراد یہی تیسری قسم ہے۔ کیونکہ یہ غیر ارادی و غیر اختیاری ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں حضرت حق جل مجدہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ صرف انہیں چیزوں کا کسی کو مکلف بناتا ہے جو اس کے قدرت و اختیار میں ہو۔ اس کا ثواب بھی اسی کا ملے گا

جو ارادہ سے کرے گا اور عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادے سے کرے گا۔(سورہ بقرہ آیت ۲۸۵)

ایک غلط فہمی:۔

چونکہ بعض جگہوں پر لفظ حسد کا استعمال منافسہ اور منافسہ کا استعمال حسد کے معنی میں کیا گیا ہے اس لئے غلط فہمی کی بناء پر کچھ لوگ دونوں کو مترادف وہم معنی لفظ سمجھتے ہیں، حالانکہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حسد سراسر ناجائز اور حرام فعل ہے۔ جبکہ منافسہ جس کو اردو میں رشک کہا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ایمان اور نماز وغیرہ جیسی نعمتوں کیلئے رشک کرنا ضروری ہے اور فضائل و مکارم کیلئے مستحب و پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خلیتیفا فسالمتا منون حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے ''مومن اچھی چیزوں کو دیکھ کر رشک کرتا ہے اور منافق حسد'' کیونکہ اسلام و ایمان جیسی نعمتوں کو اپنے لئے نہ چاہنا معصیت پر رضا مندی کی دلیل ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے۔

مثال:۔

ایک حدیث میں حسد اور رشک کے فرق کو مثال کے ذریعہ واضح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس امت کی مثال ان چار آدمیوں کی طرح ہے جن میں ایک کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مال اور علم دونوں سے نوازا ہے اس لئے وہ اپنے علم کی روشنی میں مال کو کار خیر میں صرف کرتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے صرف دولتِ علم سے نوزا ہے۔ چنانچہ یہ آدمی بارگاہِ خداوندی میں اپنی خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ یہ الٰہ العالمین اگر تو مجھے بھی اس پہلے شخص کے جتنا مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح کار خیر میں خرچ کر کے تیرے ثواب کا زیادہ سے زیادہ مستحق ہوتا۔ چونکہ یہ خواہش دوسرے کی نعمت کا زوال چاہیے۔ بغیر محض حصول ثواب اور قرب خداوندی کیلئے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں دونوں اجر میں برابر ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیسرا وہ شخص ہے جس کو صرف مال دیا گیا۔ اس لئے یہ شخص اپنے مال کو برے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ اور چوتھا شخص وہ ہے جس کو نہ مال دیا گیا اور نہ علم چنانچہ یہ شخص خواہش کرتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی تیسرے آدمی جتنا مال و دولت ہوتا تو میں بھی اسی کی طرح برے کاموں میں صرف کرتا۔ لہٰذا یہ دونوں اس گناہ کے برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ نعمت یافتہ کا زوال چاہے بغیر اس نعمت جیسی

ن کی اپنے لئے خواہش کرنا جائز ہے تاکہ وہ بھی خیر میں اس کے مساوی ہو جائے اس جگہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مساوات کی خواہش کا رخ منفی راہ نہ اختیار کرنے پائے یعنی اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے اس جائز خواہش کی تکمیل نہ ہو تو یہ نہ سوچنے لگے کہ چونکہ مجھے وہ نعمت میسر نہیں ہو سکی ہے۔اس لئے اس نعمت کے پائے جانے والے سے بھی وہ ضرور چھن جائے تاکہ مساوات ہو جائے کیونکہ اس طرح کا سوچنا یہ حسد ہو جائے گا۔

حسد کے درجات واحکامات:۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حسد کے چار درجے ہیں اور ہر ایک کے احکام الگ الگ اور جداگانہ ہیں۔(۱) کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمت یا خوبی یا فضیلت عطا فرمائی ہے اس پر جل کر حاسد یہ چاہتا ہے کہ وہ نعمت، خوبی یا فضیلت خود اسے حاصل ہو یا نہ ہو اس دوسرے شخص سے ضرور چھن جائے۔ یہ حسد انتہائی مذموم ہے۔(۲) کسی دوسرے شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے اس پر جل کر حاسد یہ چاہے کہ اس شخص سے نعمت چھن کر بعینہٖ وہی نعمت خود اس کو حاصل ہو جائے یہ حسد بھی مذموم ہے۔(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ حاسد کسی دوسرے کی نعمت کا ابتداءً زوال نہ چاہے اور بعینہ اس نعمت کی اپنے لئے خواہش نہ کرے بلکہ اس جیسی نعمت کا متمنی ہو وہاں اگر یہ نعمت اسے میسر نہیں آتی ہے۔۔تب وہ محسود کی نعمت سے زوال کی خواہش کرنے لگے تاکہ دونوں میں کوئی چیز وجہ امتیاز نہ بن سکے یہ حسد بھی ممنوع ہے۔(۴) چوتھا درجہ یہ ہے کہ حاسد اپنے محسود جیسی نعمت کا خواہشمند تو ہے مگر اس سے نعمت کا زوال ہرگز نہیں چاہتا۔لہٰذا اگر یہ حسد دنیاوی امور کیلئے ہے تو قابل عفو درگزر ہے اور اگر دینی امور کیلئے ہے تو محبوب و پسندیدہ ہے۔

حسد کا آغاز:۔

حسد ایک ایسا لاعلاج و مہلک مرضِ ہے جس میں انسان ابتدائے آفرینش سے مبتلا ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ حسد ہی کی کارفرمائی تھی، جس کی بنا پر سیدنا آدمؑ سے سب سے پہلا نامناسب کام ہوا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی منع فرمایا تھا، تاکہ فرشتوں کی طرح آپ بھی ہمیشہ جنت میں رہ سکیں گے۔اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔"اور ہم نے حکم دیا، اے آدمؑ اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو تم

دونوں کھاؤ، اور اس درخت کے پاس مت جاؤ۔ کہیں ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کے بدن کا پردہ جو ایک دوسری سے پوشیدہ تھا۔ دونوں کے روبرو بے پردہ کر دیئے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے صرف اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ۔ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں، سو ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا۔ اور دنوں اپنے اوپر درخت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔ اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے" (سورہ اعراف آیت ۱۹۔۲۲)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں سیدنا آدم اور ان کے بعد ان کی اولاد کا جو مقام تھا ابلیس اس سے ناواقف نہیں تھا، چنانچہ وہ اس بات سے دردمند ہوا کہ آدمؑ اور ان کی اولاد تو نوازے جائیں اور میں محروم کر دیا جاؤں۔ اس لئے اس کی فطرت میں حسد کی چنگاری بھڑک اٹھی اور یہ لاعلاج مرض وجود میں آیا جس کی وجہ سے شیطان روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی نافرمانی کا مرتکب ہوا، اور خداوند قدوس کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مردود و محروم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "اور ہم نے تم کو پیدا کیا اور ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی۔ پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا آدمؑ کو سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو سجدہ کیوں نہیں کرتا جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا، کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر، تجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ تو (آسمان) میں رہ کر تکبر کرے" (سورہ اعراف آیت ۱۰، ۱۳)۔ اس شرمناک ذلت و رسوائی کے بعد شیطان نے اس بات کا عہد کر لیا جس مرض کا میں شکار ہوں۔ ابن آدمؑ کو بھی اس کا ذائقہ چکھائے بغیر چین نہیں لونگا۔ چنانچہ اس اللہ کے دشمن نے اللہ تعالیٰ سے باضابطہ اس بات کی اجازت طلب کی آپ مجھے قیامت تک کی مہلت دیجئے۔ کہ میں ابن آدمؑ کی تباہی و بربادی کیلئے ہر ممکن کوشش کروں گا اور انہیں ایسے کاموں کی ترغیب دوں گا جس سے وہ آپ کی نارضگی و عتاب کے مستحق ہوں۔ قرآن کریم میں اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

کہنے لگا مجھے اجازت دیجئے قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تجھ کو مہلت دی
شیطان کہنے لگا چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ کی سیدھی
گئی، وہ کہنے لگا پھر ان پر ہر چہار جانب سے حملہ کروں گا اور آپ ان میں بیشتر کو احسان فراموش
راہ پر بیٹھوں گا
پائیں گے''(سورہ اعراف آیت ۱۳۔۱۴)

حسد کے اسباب:۔

حسد کے اسباب ان گنت ہیں جن کا احاطہ شمار میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم (مشتے از خروارے) کے طور پر چند اہم اسباب ذیل میں درج کئے جارہے ہیں جو حقیقت میں حسد کے جملہ اسباب کا منبع وسر چشمہ ہیں۔

بغض وعداوت:۔

حسد اور دشمنی دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بغض وعداوت بھی رکھے اور پھر اس کے خوشی وغم میں شریک بھی ہو اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے تم لوگ اپنے غصے میں ہلاک ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید کو خوب جانتا ہے اور اگر تم کو کوئی بھلائی حاصل ہو جاتی ہے تو انہیں بری لگتی ہے۔ اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پیش آجاتی ہے تو اس پر یہ خوش ہوتے ہیں۔ ایک دوسری آیت میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تمہاری مشقت وتکلیف کی تمنا کرتے ہیں ان کے منہ سے بغض ظاہر ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس ظاہر سے بھی بڑھ کر ہے۔

کبر وغرور:۔

کبر وغرور کی وجہ سے بھی انسان حسد کا شکار ہو جاتا ہے کفار مکہ تکبر کے نشہ میں دھت ہو کر آنحضور ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس یتیم، امی وجاہل غلام کی ہم کیسے اتباع کریں اور اپنا سربراہ مانیں؟ ہاں اگر اس کی جگہ کوئی عظیم شخص جو ہم میں ہر اعتبار سے لائق وفائق ہوتا تو ہم بلا چوں وچرا اس کو اپنا مقتدو پیشو بنا لیتے اور اسکے احکام کی تعمیل کو اپنے لئے باعث فخر وسعادت سمجھتے، اس لئے لوگ آپ ﷺ سے جلنے لگے، اس کو نقل کرتے ہوئے حضرت حق جل

مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ ''کیوں نہیں نازل کیا گیا قرآن ان دو شہروں میں سے کسی عظیم اور بڑے شخص پر، اسی طرح قریش مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہتے کہ، کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان احسان کیا ہے''

تعجب:۔

اسباب حسد میں سے ایک سبب تعجب ہے۔ اسی تعجب کی وجہ سے پہلی امتوں نے ''تم تو ہمارے ہی جیسے ہو اور کیا ہم اپنے ہی جیسوں پر ایمان لے آئیں اور کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے جیسی باتیں کہہ کر اپنے انبیاء کرام کی نبوت کا انکار کر دیا'' ان کی کوتاہ عقل میں یہ بات نہیں سما سکی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے کسی کو مقام نبوت سے سرفراز فرمایا ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نبی کو فرشتہ ہونا چاہیے نہ کہ انسان۔ اس لئے وہ اپنے انبیاء سے حسد کرنے لگے کہ یہ اعزاز خداوندی انہیں کیسے مل گیا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''کیا تمہیں تعجب ہے کہ وحی آئے تمہارے کسی شخص پر تمہارے رب کی جانب سے''

جاہ پرستی:۔

جاہ پرستی کی وجہ سے بھی انسان حسد کی آگ میں جلنے لگتا ہے۔ علماء یہود اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ ' حضور اکرم ﷺ نبی صادق و برحق ہیں۔ مگر وہ ایمان لانے کی بجائے آپ سے صرف اس لئے حسد کرتے تھے کہ ان کی سابقہ پوزیشن برقرار رہے ورنہ انہیں گھاس ڈالنے والا بھی نہ ملتا۔ جاہ پرستی کا مرض معاشرہ کے ہر طبقہ و جماعت میں پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور ایک شخص ہے جو کسی زبان کا ماہر ہے اس کی یہ خواہش بلکہ تمنا ہے کہ صرف میں ہی اس زبان کا عالم بے نظیر ہوں تا کہ لوگ صرف میری ہی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائیں اور یہ کہیں کہ فلاں صاحب تو وحید الدہر و فرید العصر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر کوئی اس کا مثیل و نظیر پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتا ہے۔ آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔ اور وہ اپنے مثیل کے خلاف طرح طرح کا شیطانی حربہ استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب اس کی ساری کوششیں بلکہ سازشیں محسود ہمسر کو نقصان پہنچانے کی بیکار ہو جاتی ہیں۔ تو وہ جادو ٹوٹکے اور منتر کرانے پر اتر آتا ہے تا کہ اس کی قیمتی جان سے اپنی انفرادیت کی گرتی دیوار کو گرنے سے بچا لے۔ تقریباً یہی حال زاہدوں، صوفیوں، امیروں، مترفوں، دانشوروں اور دین کے ٹھیکیداروں کا ہے

(اپنے) میدان میں کسی دوسرے کو اپنا ہمسر و مقابل دیکھنا تو کجا سننا بھی گوارا نہیں کرتے، تاکہ ان کی انفرادیت پر ''وہم چنیں دیگرے نیست'' پر کوئی آنچ و حرف نہ آسکے۔ علم و دانش، زاہد و عبادت اور ابری و مرقۃ الحالی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ان کے حاملین عجز و انکساری، محبت و رافت، سخاوت و (فیا)ضی، علم و مروت اور خدا کی ممونیت اور شکر گزاری کا جذبہ ہوتا ہے۔ لیکن ہم ان میں اخلاق حمیدہ کے بجائے تفاخر حسد، رشک، ضد جاہ پرستی، حب مال ، فضول گوئی، قساوت قلبی، خودغرضی و خدا کی (نا)شکری زیادہ پاتے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے کہ اس دور میں غرور، جاہ پرستی، حب مال اور بغض و حسد جیسے اخلاقی امراض زیادہ عالموں، دانشوروں، صوفیوں اور خوشحال و مطمئن لوگوں کے طبقے میں (پا)ئے جاتے ہیں۔

مقصد برابری:۔

پانچواں سبب مقصد برابری ہے جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں۔ یہ بیماری ہم پیشہ میں زیادہ پائی جاتی ہے، چنانچہ ہم آئے دن یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص خود اپنے حقیقی بھائی سے صرف اس لئے حسد کرتا ہے، کہ وہ اپنے والدین کا نور نظر بن جائے۔ طلبہ آپس میں ایک دوسرے سے اس لئے بڑھ جاتے ہیں تا کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ اپنے استاد کے منظور نظر ہو جائیں۔ علیٰ ہذا القیاس ندماء و مصاحبین، خطباء واعظین کا حال ہے ہر شخص دوسرے سے محض اس لئے بغض رکھتا ہے تا کہ وہ اپنے حصول مقصد کیلئے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ بادشاہ اور عوام کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جائے۔

خباثت نفس:۔

خباثت کی وجہ سے آدمی بلاوجہ ہر اس شخص سے جلنے لگتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت یا خوبی یا فضیلت عطا فرمایئے اس قسم کے لوگ دنیا میں بہت ہیں جن میں نہ جاہ طلبی ہے اور نہ ان میں کبر و غرور کا کوئی شائبہ اور نہ دشمنی بلکہ وہ اپنی خباثت نفس کی بنا پر اپنے بھائیوں کی پریشانی اور دکھ درد سے خوش اور ان کی خوشیوں سے کبیدہ خاطر و ملول ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو شحیح کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''دوسروں کے مال میں بخل کرنے والا'' کیونکہ یہ لوگ اپنے رب کریم کے بیکراں خزانوں میں سے بھی اپنی رزالت طبع و خباثت نفس کی بناء پر اس بات کے خواہش مند رہتے ہیں کہ اس سے حبہ بھر بھی کسی کو نہ ملے۔ اس حسد کا علاج تقریباً ناممکن ہے۔ ماہرین کا

خیال ہے کے حسد کے آثار بچپن سے ہی رونما ہوتے ہیں اور عمر کے ساتھ ساتھ وہ بھی نشوونما پاتے رہتے ہیں۔اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس میں والدین کا اہم کردار ہوتا ہے اگر والدین نیک، صالح اور تعلیم یافتہ ہوں، خویش اور بیگانوں میں محبت الفت اور بغض حسد سے نفرت وعداوت رکھتے ہوں تو ان کی اولاد میں مثبت اثرات پیدا ہوتے ہیں ان میں خیر غالب اور شر مغلوب ہوتا ہے کیونکہ ان کے والدین ان کی صحیح تربیت کرتے ہیں، انہیں بچپن ہی سے اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے ساتھ اکرام و تنظیم کا معاملہ کریں۔ چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت کے ساتھ پیش آئیں۔ دوسروں کا اگر بھلا نہ کر سکیں تو بھلا ضرور چاہیں اور اگر کسی کی شان میں کوئی گستاخی ہو جائے تو فوراً اس سے معافی کے طلب گار ہوں اور اگر خود انہیں کسی سے شکایت ہو تو عفو درگذر سے کام لیں وغیرہ وغیرہ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کیلئے پسند کرا ور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جس کے تم اپنے لئے ان سے خواہاں ہو یہ وہ نسخا کیمیاء آسمانی علاج ہے جو نہ صرف یہ کہ تمام خرابیوں اور برائیوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کیلئے دلوں میں وسعت ومحبت اور ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ جس سے ایسا صالح وستھرا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جس کی زبانیں اگر چہ مختلف ومعتدد ہوتی ہیں لیکن ان کی آواز ایک اور صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ وہ ہے "برا نہ کہو، نہ چاہو اور نہ دیکھو اس کے برعکس اگر والد خود حسد کر کے مرض میں مبتلا ہوں تو اولاد" کے مطابق کریلا اور نیم چڑھا کا صحیح مصداق ہوتی ہے۔ ان میں برے عادات و خصائل پروان چڑھتے ہیں بغض وحسد کو فروغ ملتا ہے اس لئے وہ اپنی ساری انرجی وتوانائی مثبت راہ کی بجائے منفی راستوں میں صرف کرتی ہے حتی کہ وہ سوء ظنی سب شتم اور فقرے بازی جیسے حرکات شنیعہ سے بھی گریز نہیں کرتے جس سے سرکار دو عالم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ ابن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو کوئی گزند نہ پہنچے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ جس کو حق تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہی وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے، مہمان کی خاطر

مدارات کرے اور بری بات منہ سے نہ نکالے بلکہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی سب سے برا ہے جس کی بدزبانی کیوجہ سے لوگ اس کو کچھ نہ کہیں اور برائیوں پر خاموش رہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ''بدگمانی کرنے سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی سب سے بدتر جھوٹ ہے اس زمانہ میں یہ مرض بہت عام ہو گیا ہے۔ ساری خرابی و بیماری اسی بدظنی سے پھیل رہی ہے۔ حتیٰ کہ مدارس و خانقاہوں جیسی خالص اصلاحی جگہیں بھی اس مرض سے محفوظ نہیں ہیں'' (الامان الحفیظ)

حسد کی ممانعت:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حسد شیطان کا نہ صرف ہتھیار ہے بلکہ اس کی مرغوب غذا ہے۔ جس کو ذریعہ وہ انسانی شکار کرتا ہے۔ مگر کتنا افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم اسی ہتھیار و غذا کا استعمال خود اپنے لئے اور اپنے بھائیوں کیلئے کرتے ہیں۔ جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ سنن ابی دواؤ میں حضرت ابو ہریرہؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم حسد کے مرض سے بچو اس لئے کہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ''تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے تم کسی کی کمزوریوں کی ٹو میں بھی نہ رہا کرو اور جاسوسی کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی بے جا حوس کرو،، آپس میں نہ حسد کرو اور نہ بغض و کینہ رکھو اور حق تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ''۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:۔ ''تم سے پہلی۔۔۔ امتوں کی ایک بیماری تم لوگوں میں منتقل ہو گئی ہے وہ بیماری حسد اور بغض ہے یہ بیماری دین کو تباہ کر دیتی ہے یعنی حسد سے ایسے قول و افعال سرزد ہوتے ہیں جو اس کے دین کو تباہ کرنے کا سبب بن جاتے ہیں''۔ صحیح میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:۔ ''تم آپس میں کینہ کپٹ اور بغض و حسد مت رکھو اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی مسلمان بھائی

ے شکر رنجی ہو جائے تو تین روز سے زیادہ بول چال بند رکھے۔ جب کسی جگہ آمنا سامنا ہو جائے سلام و ملاقات کا موقع ہو تو ایک اپنا منہ ادھر پھیر لے دوسرا اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام و ملاقات میں پہل کرے" ایک جگہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں اپنی امت کیلئے سب سے زیادہ خطرناک چیز مال و دولت کو سمجھتا ہوں اس لئے اگر ان میں اسکی افرادانی و بہتات ہوگئی تو وہ آپس میں ایکدوسرے سے بغض وحسد کرنے لگیں گے اور پھر مرنے مارنے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ایاکم سوؤزات البین خانھا الحالقۃ امام ترمذیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "" "سوءذات لبنین"، بغض وحسد کو کہتے ہیں اور "الحالقۃ" کے معنی دین کو ضائع کر دینے والی چیز "سوءذات البین" سے دین و دنیا دونوں کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "کچھ لوگ اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ لوگ کون ہیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی نعمت وفضیلت جس کو محض اپنے فضل و کرم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمائی ہے۔ دیکھ کر جلتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو یوم حسب سے ایک سال قبل ہی جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ جن میں ایک حاسد بھی ہوگا جو صرف حسد کی بناء پر اس سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت انس ابن مالکؓ ایک طویل حدیث روایت کرتے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔ "کیا تم اس جگہ سے واقف ہو، راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا جگہ ہے اور یہاں کون لوگ آباد تھے۔ ارشاد ہوا یہ وہ جگہ ہے جس کے باشندے بغض وحسد کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "دو شنبہ اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پھر مشرک کے علاوہ ہر شخص کی مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر اس شخص کی مغفرت نہیں کی جاتی جو اپنے بھائی سے دشمنی وحسد رکھتا ہو۔ پھر فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو جو آپس میں کینہ رکھتے ہیں چھوڑے رکھو یہاں تک کہ آپس میں صلح وصفائی کر لیں۔

وجہ ممانعت:۔

حسد سے ممانعت کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ جو شخص حسد کرتا ہے وہ سب سے پہلے تو اللہ

کے نظام ربوبیت پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ وہ نعوذ باللہ یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے خود اسے اس
سے محروم رکھ کر اس کے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے کیوں کہ وہ دوسرا شخص اس کے خیال کے
خود اس کے مقابلے میں اس نعمت کا اہل نہ تھا، گویا وہ شخص جو اس نعمت، خوبی یا فضیلت سے
ہے نااہل ہے اور اس شخص کے مقابلے میں حاسد خود زیادہ اہل، لائق اور ہنر مند ہے۔ نعوذ
خدا ظالم ہے کہ اس نے مستحق نعمت کے مقابلے میں ایک غیر مستحق کو انعام و اکرام سے
دوسرے لفظوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے جو اس قادر مطلق
اپنے دوسرے جندوں پر فرمائی ہے حضرت زکریاؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ حاسد
نعمت کا دشمن اور میرے فیصلہ کا منکر ہے۔ نیز میری اس تقسیم پر جو میں نے اپنے بندوں پر
ہے چراغ پا ولا نالا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک عبد، بندے اور غلام کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ
آقا کی تقسیم پر اعتراض کا خیال بھی دل میں لائے۔

حسد کے اثرات ونتائج:۔

حسد درحقیت ایک بہت بڑی روحانی بیماری ہے۔ جس کا تعلق انسان کے قلب سے ہے
جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ حسد غرور، تکبر، باہمی عداوت اور خباثت نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ نیز
دوسری بہت سی اخلاقی بیماریوں کے پیدا کرنے کا سبب بھی بنتا ہے۔

انفرادی نقصان:۔

حسد سے پیدا ہونے والی برائیوں اور اس کے مہلک اثرات پر اگر ہم ذرا گہری نظر ڈالیں تو
یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حاسد انسان خدا سے بغاوت کرنے کے جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے اور یک
کی سزا جو ہوتی ہے وہ ہم سب جانتے ہیں چنانچہ سب سے پہلی سزا تو حاسد کو یہ ملتی ہے کہ وہ
اپنے مالک کی نظر کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں رسوائی وناکامی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور
آخرت میں سزائے جہنم ہے۔ ایک حاسد اپنے محسد کو جس سے حسد کرتا ہے۔ نقصان پہنچا سکے یا
نہ پہنچا سکے لیکن خود اپنے کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے اپنے نفس میں ایک
آگ سی لگی رہتی ہے۔ اس کو جو تمنائیں اور آرزوئیں ہوتی ہیں وہ قانون خداوندی کے پیش نظر
پوری نہیں ہو پاتی اور محرومی کا غم اسے کھائے جاتا ہے۔ اور وہ ہمہ وقت ایک سرگردانی کی کیفیت
سے دوچار رہتا ہے۔ قناعت وآرام کی زندگی کو رخصت کر کے ہر وقت خلش اور دنیاوی کوفت میں

مبتلا رہتا ہے۔اس کی تصویر کھینچتے ہوئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حاسد کو ایک دم نہیں راحت جہاں میں
رنج حسد ہے، جہاں ہے جب تک کہ جان میں

کبھی کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب اس کی ساری کوششیں بلکہ سازشیں محسود کو نقصا
پہنچانے کی بیکار جاتی ہیں تو اس پر وہ جادو، ٹوٹکے اور منتر کروانے پر اتر آتا ہے۔جس کا ارتکاب
خر کفر کا سبب بن جاتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں آخرت کے نقطہ نظر سے رائیگاں، بیکار اور ضا
ہو جاتی ہے۔

اجتماعی نقصان:۔

حسد کا یہ فساد خود حاسد کی اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ حاسد اپنے آپ کو منعم
لیہ کے مقابلے میں اسی نعمت کا زیادہ مستحق سمجھ کر اپنے افعال کے ذریعہ معاشرہ میں انتشار پ
کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔اس کی زبان شکوہ و شکایت کی زبان بن جاتی ہے۔اس کی ظاہر
اور باطنی قوتیں اور صلاحیتیں صحیح عمل سے معطل ہو کر غلط عمل میں لگ جاتی ہیں اور دوسروں کا ذہن
اس کی باتوں سے بیجا طور متاثر ہوتا ہے۔جس کا بالآخر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ معاشرے سے باہم
کریمانہ اخلاق مٹتا جاتا ہے۔باہمی اخوت، رواداری، ہمدردی اور چشم پوشی ختم ہونے لگتی ہے۔او
معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے باہمی کینہ، بغض و حسد رکھنے کے سبب بچھو کی خاصیت
اختیار کر لیتے ہیں کہ موقع ملے تو ڈنگ ماریں اور نقصان پہنچائیں ایسا معاشرہ فلاح سے بے بہرہ او
امن و سکون اور محبت و سلامتی سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔جس کے سبب ایک اچھا جو معاشرہ کبھی باغ
بہار اور ہنستی کھلتی اور مسکراتی کلیوں کا گلزار تھا وہ بغض و عداوت، رسہ کشی و ریشہ دوانیوں کا شکار ہو
انسانی معاشرہ کہلانے کا بھی مستحق نہیں رہتا جس کی بہترین منظر کشی قرآن کریم کی اس آیت
شریعت نے اسی واسطے ان'' میں کی گئی ہے۔ سبھم جمیعا وقلوبھم شتی ذالک بانھم قوم لا یعقلون
چیزوں کا بڑا اہتمام کیا ہے۔اور ہر پہلو سے اس کی خرابی کو بتلایا ہے اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں بھی اور
تمام امت مسلمہ کو بھی اس انسانیت سوز مہلک مرض سے بچنے کی توفیق
ارزانی عطا فرمائے اور ایک دوسرے کی مدد، حسن سلوک الفت و محبت کی دولت سے بہرہ ور
فرمائے۔(امین)

سائل کو جھڑکو نہیں

(آفتاب احمد خاںؒ)

ایک شام راقم الحروف قبلہ حضرتؒ کے پاس حاضر تھا۔ آپ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے فرمایا کہ کل صبح حکیم صاحب کے ہاں چلیں گے۔ اگلے روز بھی حسب وعدہ حاضر ہو گیا۔ آپ گلبرگ میں گنبد والی کوٹھی کے برآمدے میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ اٹھے اور اندر جاتے ہوئے فرمایا کہ وضو بنا کر آتا ہوں پھر حکیم صاحب کے پاس چلتے ہیں۔ اس دوران ایک مانگنے والا فقیر بڑی بلند آواز اور کرخت آواز گیٹ پر لگانے لگا۔ قبلہ حضرتؒ عین اسی وقت باہر تشریف لائے اور اِس فقیر پر برس پڑے اور فرمانے لگے تم لوگ مانگنے کے بہانے گھروں کو لوٹ لیتے ہو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے اور پھر کبھی اِدھر کا رُخ نہ کرنا۔ قبلہ حضرتؒ نے بڑے ہی سخت لہجہ میں اِسے ڈانٹ پلائی۔ یہ منظر دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے الفاظ میرے دل و دماغ میں گردش کرنے لگے اور میرا سر ندامت سے جھک گیا۔ قبلہ حضرت۔ نے میری یہ حالت دیکھی میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئے اور آہستہ سے فرمایا کہ میرے اِس رویہ پر تمہیں تکلیف ہوئی ہے؟ میں نے ہاں میں اپنا سر ہلا دیا اور برملا کہہ دیا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوالی کو نرمی اور احسن طریقہ سے فارغ کرنا چاہیے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ قبلہ حضرتؒ کی آنکھوں سے آنسو جھلک پڑے اور فرمایا کہ وہ سوالی ابھی زیادہ دور نہیں گیا اِسے واپس بلا لاؤ۔ میں بھاگ کر گیٹ کے باہر گیا تو وہ چند قدم کے فاصلے پر ہی سڑک پر بڑ بڑاتا ہوا جا رہا تھا، میرے پکارنے پر وہ اور بڑ بڑایا اور کہنے لگا ابھی کچھ کسر باقی رہ گئی ہے جو مجھے واپس بلا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اِس دفعہ ایسا نہیں ہوگا۔ اس پر وہ میرے ساتھ واپس آ گیا۔ قبلہ حضرتؒ نے بڑی شفقت کے ساتھ اسے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ غلط فہمی میں تجھے بر بھلا کہہ ڈالا۔ مجھے معاف کر دو۔ پھر جیب سے بیس روپے نکال کر اِسے دے دیئے اور فرمایا کہ ہر ماہ مجھے ملنے آ جایا کرو اور

جو تمہاری قسمت میں ہوگا مل جایا کریگا شاید اسی طرح میرے جرم کی تلافی ہو جائے۔ پھر میں نے اکثر دیکھا کہ وہ فقیر ہر ماہ آتا اور مجھے دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکراتا اور دُعائیں دیتا ہوا جاتا۔ اِس سلسلے میں آپ نے مجھے خاص تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیر بھائی (آپ اپنے مریدوں کو پیر بھائی ہی کہا کرتے تھے) لحاظ اور ادب کی وجہ سے میرے ناشائستہ رویہ پر مجھے ٹوکتے نہیں ہیں۔ تم نے فقیر کے بارے میں مجھے حدیث شریف سنا کر بہت اچھا کیا۔ شاباش! آئندہ بھی تم مجھے ایسی باتوں پر ٹوکتے رہنا۔ جب معاملہ حق کا ہو تو اِس پر ڈٹ جانا چاہیے۔ پھر آپ نے اپنی شادی کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ میری شادی کے موقع پر رشتہ میں میرے ایک چچا جو بڑے ہر دلعزیز تھے اِس بات پر مصر تھے کہ شادی پر ناچ گانا ضرور ہونا چاہیے۔ اِس سلسلے میں انہوں نے ناچنے گانے والوں کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں ڈٹ گیا اور برملا سب سے کہہ دیا کہ شادی ہو گی یا ناچ گانا ہو گا۔ میرا دو ٹوک فیصلہ سن کر گھر والے بہت پریشان ہوئے اور ایک آدھ مرتبہ مجھے منانے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے ایک نہ سنی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے چچا صاحب ناراض ہو گئے مگر میں نے ناچ گانا نہ ہونے دیا۔

دین محبت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اِس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

علامہ اقبالؒ نے قرآن حکیم کے حیات افروز پیام اور حضور خیر الانام ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ذریعے اُمت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ علامہ کے سیاسی خواب کی تعبیر پاکستان کی صورت میں حضرت قائداعظم کے ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ لیکن اصل کام اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے جس کی خاطر یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نظام قضاوقدر کے تحت قرآن کریم کے نزول کی رات لیلتہ القدر کی بابرکت گھڑیوں اور ملک پاکستان کے ظہور میں آنے کی ساعات کو یکجا کر دیا گیا۔ یہ ایک واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے لئے ارض قرآن بننا مقدر فرما دیا ہے یہ سعادت اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے عطا ہوئی ورنہ ہمارے سیاسی راہنماؤں اور خاص طور پر انگریز آقاؤں کو اس خصوصی اہمیت کی حامل شب سے کیا غرض ہوگی۔ اس مملکت خداداد میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آئین کے نفاذ کے لئے علماء کرام اور مشائخ عظام رحمہم اللہ اجمعین مسلسل جدوجہد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس صدی کے عظیم صوفی اور محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اسی غرض سے سلسلہ توحیدیہ قائم فرمایا۔ تصوف کے اس نئے سلسلے کی تعلیم قرآن وسنت کے عین مطابق، موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور حکیم الامت کے نظریات کی عملی تفسیر ہے۔ اِس سلسلے میں طریق خانقاہی کی بجائے فقر وشاہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ رہبانیت اور مسکینی ودلگیری کی بجائے قوت وشوکت اور جہانگیری اور جہانبانی کا پیام ہے۔ ترک دنیا اور نفی ذات کی بجائے تسخیر کائنات اور استحکام ذات کی ترغیب ہے۔ اس میں فقیرانہ وضع وقطع اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر زور دیا جاتا ہے۔ دنیا کی ہوا وہوس کی اسیری سے نجات دلا کر تسلیم ورضا اور فقر واستغناء والی امیری سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔ ملک وقوم، رنگ ونسل اور فرقہ ومسلک کی بنیادوں پر تعمیر کی گئی نفرت کی دیواروں کو منہدم کر کے عالمگیر محبت اور اِنسانیت کی خدمت کو سلسلہ توحیدیہ کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ یہاں حکایات وروایات اور فسانہ ہائے

کرامات میں کھو جانے کی بجائے حقائق حیات پر نظر رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہاں مست احوال و گفتار والے خفتہ تصوف کی جگہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اتباع اور پختگی کردار والا بیدار تصوف سکھایا جاتا ہے۔ سلسلہ توحیدیہ میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی، اصلاح وفلاح، اور محبت و خدمت کے منشور پر عمل کیئے بغیر اللہ کا قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ بانی سلسلہ نے ''طریقت توحیدیہ'' میں محبت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''اخلاق حسنہ پیدا کرنے کیلئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محب ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے''۔

اللہ تعالیٰ کا دین بنی نوع انسان کے لئے محبت و اخوت، امن و امان اور دنیا و آخرت میں کامرانی کا ضامن ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اسلام مغرب کے فسلفہ قومیت کی طرح انسانوں کو وطن کی پرستش سکھا کر باہم جنگ و جدال میں مبتلا کرنے کی بجائے وحدت الوہیت وحدت آدمیت اور تکریم انسانیت کا علمبردار ہے اور پوری نسل انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ایک انسان کو قتل کر دیا وہ اللہ کے ہاں ایسا مجرم ہے جس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو اور جس نے ایک انسانی جان کو بچا لیا وہ ایسا مجرم ہے جیسے کہ اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے حجتہ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:۔

''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو، تا قیامت اسی طرح محترم ہے، جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔ اور ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ تم کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں''۔

حضور محسن انسانیت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اس بے پایاں محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے غور فرمایئے کہ کیا اللہ تعالیٰ

ہتھیار بن نازل کریں گے جس میں اِس کی پیاری مخلوق کا خون بہانے کی تعلیم دی گئی ہو۔ انبیاء کو بھیجنے کا تو مقصود ہی یہ تھا کہ انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ کی بندگی کی راہ پر لگایا جائے تاکہ وہ ظلم، فساد، لوٹ مار اور خون ریزی سے باز آ جائیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کی راہ پر گامزن ہو کر اِس کا قرب حاصل کریں۔ انبیاء علیہ السلام تو انسانیت کے لئے رحمت بن کر آتے ہیں وہ خود سراپا محبت ہوتے ہیں اور انسانوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت کی راہ پر لگانے کا عظیم فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اصلاح کرنے والوں کے کام کی مثال ڈاکٹر کے کام کی مانند ہے۔ کسی مریض کی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو، وہ اپنی لاپروائی سے بیمار ہوا ہو یا ڈاکہ ڈالتے ہوئے زخمی ہو گیا ہو ایک اچھا ڈاکٹر اپنی سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ اس کی جان کسی طرح بچ جائے۔ اِسی طرح اللہ والے بھی آخر دم تک گنہگار انسانوں کو اللہ کی رحمت کی طرف بلانے میں لگے رہتے ہیں اور اِن کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اِن کے ہاتھوں دُکھ اُٹھاتے اور اِن کی گالیاں کھاتے ہیں لیکن اِن کی بھلائی اور خیر خواہی کے کام میں لگے رہتے ہیں۔

ایک طرف تو اسلام کی یہ محبت بھری تعلیم ہے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا کردار ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اخلاقی تنزل کا یہ عالم ہے کہ معمولی معمولی جھگڑوں اور فروعی قسم کے مسلکی اِختلافات پر اپنے ہی کلمہ گو مسلمان بھائیوں کا خون بہانا ہمارا روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب اخبارات میں ایک دو قتل کی وارداتیں نہ چھپتی ہوں اِس باہم خونریزی کی وجہ سے خود بھی بدنام ہو رہے ہیں اور اللہ کے سچے دین کی بھی رسوائی کرا رہے ہیں۔ مسلمان جسے اپنے آقا حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے اتباع میں رحمت و رافت، محبت و مودت اور صداقت و امانت کا مظہر اور قرآن کی تعلیم کا مجسم نمونہ ہونا چاہئے اِس کا حال یہ ہو گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے جتنے بھی پڑھے لکھے اور سکالر قسم کے حضرات اسلام میں داخل ہوئے ہیں اِن کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں قرآن کی صداقت اور حضور ﷺ کی عظمت کو پہچان کر ایمان لائے ہیں۔ اِن میں سے بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسلام بہترین دین اور مسلمان بدترین قوم ہیں۔ اگر مسلمان اور اسلام ایک ہو جائے تو پوری دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اِس کائنات کا مالک ہے۔ زمین اور آسمان کی کنجیاں اِسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے دنیا کا اقتدار عطا کر دیتا ہے اور جب وہ اِس کی اہل نہیں رہتی تو اِسے معزول کر کے کسی دوسری قوم کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ آئندہ بھی اقوام عالم کی قیادت کسی ایسی قوم کو سونپی جائے گی جس کے پاس اللہ کی مخلوق کی خدمت کا مشن اور مناسب اہلیت ہوگی۔ اگر صرف دنیوی فلاح کا کوئی جزوی سا پروگرام ہوگا تو اِس کا اقتدار بھی تھوڑے ہی عرصے کیلئے ہوگا۔ اگر کوئی قوم بنی نوع انسان کی دنیا وآخرت کی بھلائی کا منشور لے کر اُٹھے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر کرہ ارض پر اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کیلئے سرگرم عمل ہو جائے، ظلم وستم جبر و اِستحصال اور وطن پرستی کی مکروہ اور خونریز سیاست کو ختم کر کے اکرام انسانیت اور وحدت آدمیت کا نیا عالمی نظام رائج کرنے کیلئے کوشاں ہو تو اللہ تعالیٰ اِسے اقوام عالم کی امامت کے منصب پر سرفراز فرمائیں گے۔ یہ اعزاز صرف اِس قوم کو عطا کیا گیا ہے جو پہلے خود اللہ کے آئین کی پابند ہو کر اپنی سرزمین میں اللہ کی حاکمیت کے تحت صلوٰۃ، زکوٰۃ کا نظام نافذ کر کے اِسے جنت کا نمونہ بنا چکی ہوگی اور محبت واخوت کے منشور کو سارے عالم میں پھیلانے کے وسائل پیدا کر چکی ہوگی۔ علامہ اقبالؒ کے خیال میں ایسا ضرور ہو ... رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

یہی مقصود فط...
...رت ہے یہی رمز مسلمانی
...اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

یہ عظیم منصب اُمت مسلمہ کا استحقاق ہے لیکن اِس کیلئے محبت واخوت، عدل وانصاف اور صداقت وشجاعت کے معیار پر پورا اترنا اولین شرط ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ کسی خادم انسانیت اور صالح قوم کو ہی آگے لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ کے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اللہ کی محبت کو بھول کر دنیا کی محبت میں غرق ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں امامت کے منصب سے معزول کر کے تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو کھڑی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

یایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذله علی المومنین اعزة علی الکفرین۔ یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومته لائم

لك فضل الله يوتيه من يشاء والله واسع عليم (المائدۃ-54)

ترجمہ! ''اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ
ا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی
یں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے
لے کی ملامت کی پروا نہ کریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی
ائش والا اور جاننے والا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں دنیا کی قیادت سنبھالنے والی قوم کی اہم ترین خوبی یہ بیان کی گئی ہے
وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی ہوگی کیونکہ باقی ساری خوبیاں اللہ کی محبت کی وجہ سے اِن
خود بخود موجود ہوں گی۔ اِس وقت پوری دنیا روحانی کرب اور ذہنی پریشانی میں محض اِس
بتلا ہے کہ مادی اور سائنسی قوت اِن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر
ن نہیں رکھتے اور نفسانی خواہشات کی تسکین کو ہی مقصود حیات سمجھے ہوئے ہیں۔ مغربی
ب نے قومیت اور وطن پرستی کے بت تراش کر انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ہر قوم
افراد کی خوشحالی کی خاطر دوسری قوموں کو لوٹنے اور اِن کا خون چوسنے کو سیاسی اور معاشی
ول بنائے ہوئے ہے۔ وطن پرستی کی آگ ہی نے گذشتہ عالمگیر جنگوں کو جنم دے کر دنیا کو
ے دوچار کیا اور اب بھی کئی جگہ ایک ہی دین کے پیروکار ایک دوسرے کے دشمن بن کر
نریزی کر رہے ہیں اور بے یقینی اور جنگ کے مہیب سائے ہر طرف منڈلا رہے ہیں۔
ی ہتھیاروں، ایٹم بموں، میزائلوں اور بمبار طیاروں کی تباہ کن قوت نے بنی نوع انسان
ہی کا خوف مسلط کر رکھا ہے کیونکہ مغرب اللہ کے دین کو ترک کر کے چنگیزیت پر اتر آیا
نی طاقت اور ذرائع ابلاغ کو شیطانی مقاصد کے پورا کرنے میں صرف کر رہا ہے۔
لم کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ علوم جدید اور قوت جدید پر کوئی اللہ سے محبت کرنے
ا قابض ہو کر اس قوت کو انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے استعمال کرے
جنت کا نمونہ بن جائے۔ علامہ اقبالؒ اللہ والے فقیروں اور موجودہ دور کے جمہوری
حکومتوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد

ولیکن الاماں از عصر حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

عصر حاضر کے سیاسی نظاموں نے قوت وسلطنت شیطانی ہاتھوں میں مرتکز کر رکھے ہیں لیکن مسلمانوں کے سیاسی نظام کا مقصود سیادت وامارت متقین کے ہاتھوں میں دینا ہوتا ہے جو تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی فقیری کرتے اور اللہ کے عاجز بندے بن کر اللہ کی مخلوق کی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لئے کام کر کے اِس کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ ''قوت اور دین'' کے عنوان سے ضرب کلیم میں لکھتے ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

دنیا میں انسانوں کے صرف اور صرف دو گروہ ہیں۔ جو لوگ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر ایمان رکھے، اِس کی محبت اور اطاعت کی راہ پر چلتے اور بنی نوع انسان کی خدمت کو رضائے الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں قرآن انہیں اہل ایمان، اولیاء اللہ اور حزب اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔ اِن کی ساری صلاحیتیں بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ اِن کے برعکس دوسرے گروہ کو اہل کفر، اولیاء الشیطان اور حزب الشیطان کا نام دیتا ہے۔ یہ لوگ اپنی ذہانت اور قوت سے یہ کام لیتے ہیں کہ انسانیت کو قوموں اور طبقوں میں تقسیم کر کے انہیں لڑایا جائے اور کمزور قوموں کو اپنا غلام بنا کر اِن کا استحصال کیا جائے۔ یہ لوگ انسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایسے لوگوں کے خلاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ اِن شیطانی گروہ کا پھیلایا ہوا رنگ ونسل، طول امل، ہوا وہوس، فسق وفجور اور جنگ وجدل کا بنیاد اور بودا جال توڑ دیا جائے۔ یہ جنگ دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنانے کیلئے نہیں لڑی جاتی بلکہ انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ کرنے کے لئے لڑی جاتی تاکہ اولاد آدم حقیقی آزادی اور تکریم انسانیت کی نعمتوں سے مستفید ہو سکے۔ اہل ایمان کی طرف سے اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی جنگ انسانیت کے لئے اِسی طرح مفید ہوتی ہے جس طرح کسی مریض کیلئے ایک ماہر سرجن کا آپریشن ہوتا ہے۔ انسانیت کے دکھوں کو دور کرنے والے اس بابرکت جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون

فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا ٥ (النساء۔76)

ترجمہ!"جولوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کے مقاصد کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطانی گروہ کے مقاصد کیلئے لڑے ہیں۔ سوتم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ اور ڈرومت کیونکہ شیطان کا داؤ فریب بوداور کمزور ہوتا ہے"۔

اوپر بیان کی گئی ملکی اور بین الاقوامی صورت حال کے تناظر میں اسلام کی سچی تعلیم کے مطابق پہلے خود ہمیں اپنے کردار کو اِس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہے اور پھر اِس کی برکات کو اپنے پیارے ملک مملکت خداداد پاکستان کے کونے کونے تک پہنچانا ہے۔ اِس سے بہتر اور اچھا اور کوئی کام نہیں کیونکہ محض اللہ کے لئے مخلوق خدا کی اصلاح کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔
اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اِس عظیم اور مبارک کام کی ذمہ داری آپ بھائیوں پر ڈال دی۔ دنیا کو اِس وقت قرآن کریم کی سچی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے عملی مظاہرہ کی ضرورت ہے تا کہ نفرتوں اور کدورتوں کو مٹا کر محبت کے پیام کو عام کیا جاسکے۔ اِس وقت نہ صرف پاکستان کے رہنے والوں کو محبت کی تعلیم کی ضرورت ہے بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا اِس کے لئے چشم براہ ہے۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی اِس روحانی اصلاح کی تحریک کا لائحہ عمل اِس طرح ہے کہ پہلے تعلیم پر پوری طرح عمل کر کے اپنے اندر مطلوبہ روحانی قوت پیدا کی جائے اور پھر دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا کام کیا جائے۔ سلسلہ توحیدیہ کے اوراد و وظائف نہایت مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود انتہائی موثر ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے علاوہ صرف دو ذکر بتائے جاتے ہیں۔ پہلا ذکر نفی اثبات یعنی **لا اِلٰہ الا اللّٰہ** کا ذکر ہے جو رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنا ہوتا ہے اور اس پر صرف آدھا پونا گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ دوسرا ذکر پاس انفاس کہلاتا ہے۔ یعنی سانسوں کا خیال رکھا جائے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے جو سانس اندر جائے یا باہر آئے اِس کے ساتھ زبان ہلائے بغیر لفظ اللہ اِس طرح کہا جائے کہ صرف دل کہے اور کان سنیں۔ یہ ذکر چلتے پھرتے اور کام کاج کے دوران ہر وقت اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے اور اِس کیلئے کسی خصوصی وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ راہ فقر میں ذکر کے ساتھ مجاہدہ بھی کرایا جاتا ہے تا کہ طبیعت میں سے سختی، غرور، غصہ اور حسد وغیرہ جاتا

رہے اور نرمی اور شائستگی کے ساتھ انکساری پیدا ہو جائے۔ اگلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں سے سخت مجاہدے کراتے تھے۔ ان سے سقے اور بھنگی کا کام کراتے اور بھیک منگواتے تھے۔ آج کل اس قسم کے مجاہدے ممکن نہیں ہیں۔ اس لئے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں مجاہدے کا طریقہ بدل دیا گیا ہے اور اس کیلئے دو چیزیں چھوڑنا ہوتی ہیں اور دو اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ چھوڑ دینے والی دو چیزیں غصہ اور نفرت ہیں اور اختیار کرنے والی محبت اور صداقت ہیں۔ مجاہدے کی اس تربیت کیلئے گھر سے باہر نہیں جانا پڑتا، بلکہ اِن کی مشق گھر کے اندر بہترین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اس مختصر ترین تعلیم پر عمل کرنے سے چند ماہ کے اندر ہی انسان اپنی طبعیت میں ایک عظیم تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔ نماز اور ذکر میں مزہ آنے لگتا ہے گناہوں اور برائیوں کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ دنیوی تفکرات کا اثر دل پر کم ہوتا ہے اور آخر میں بالکل جاتا رہتا ہے۔ سچے خوابوں اور روحانی سیر کے علاوہ دل میں حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں روحانی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح سالک کا دل چھوٹا سا پاور ہاؤس یا ٹرانسمیٹر بن جاتا ہے جس سے اللہ کی محبت کی لہریں نکلتیں اور اس کے پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔ یہی چیز فیض کہلاتی ہے۔ ہمارے مرشد نے اس روحانی قوت سے دلوں کی اصلاح کرنے کیلئے ہی سلسلہ توحیدیہ قائم کیا ہے۔ آپ بھی سلسلہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مجسم پیار و پریم بن کر اللہ کی محبت اور اس کی مخلوق کی خدمت والے دین کے علمبردار بن کر آگے بڑھیں۔ اس اہم ترین عظیم ترین کام میں لگ جانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر یقین کامل رکھیں جو اس نے قرآن کریم میں فرما رکھا ہے:۔

یایھا الذین امنوا ان تنصرواللہ ینصر کم ویثبت اقدامکم (محمد۔7)

ترجمہ! ''اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا''۔

اب میں سلسلہ توحیدیہ کی تنظیم کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا یہ سلسلہ کوئی سیاسی یا معاشرتی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک خاص صوفیوں کی جماعت ہے۔ یہ سلسلہ صرف لوگوں کے اخلاق کی اصلاح روحانی طریقوں سے کرنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ روحانی سلسلوں میں جب تک اپنے شیخ یعنی مرشد کی کامل اطاعت نہ کی جائے تصوف کا علم حاصل نہیں

سکتا۔ اس لئے جو لوگ واقعی ترقی کرنا چاہتے ہیں اِن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے مرشد کی ہدایات پر پوری دلجمعی کے ساتھ عمل کریں۔ اس کے علاوہ بزرگوں کی صحبت کے بارے میں ایک نازک سا نکتہ یہ ہے کہ روحانی فیض صرف اور صرف محبت کے تاروں کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ اِس لئے کسی بزرگ سے فیض حال کرنے کیلئے اِنکے ساتھ صرف عقیدت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اِس میں محبت کی چاشنی کا شامل ہونا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کی اصلاح کرنا مقصود ہو جب تک اِس کے لئے پوری دلسوزی کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ آپ کے اندر کارفرما نہیں ہوگا اصلاح کا کام بار آور نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے آپ سب بھائیوں کو محبت کے جذبہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیے کیونکہ دل محبت ہی سے فتح کئے جاتے ہیں۔ اِس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ گناہ سے تو نفرت ہونی چاہیے لیکن گنہگار سے ہرگز نہیں۔ اِس پر تو آپ کو رحم آنا چاہیے کہ بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا انسان ناسمجھی، کج فہمی اور غفلت کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے اور اسے اس دردناک انجام سے بچانے کے لئے اپنی ساری ہمت صرف کر دینی چاہیے۔ اگر ہم یہ کام محض اللہ کی رضا کی خاطر سرانجام دیں اور اس میں ذاتی بزرگی کا خیال اور نام و نمود کی خواہش کی کوئی آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت یقیناً ہمارے ساتھ ہو گی۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بندہ اللہ کا کام کر رہا ہو اور اللہ اِس کی مدد نہ کرے۔ آپ قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کے احکام کے مطابق نماز اور کثرت ذکر سے دلوں میں روحانی قوت پیدا کریں اور محبت، صداقت اور خدمت انسانیت کے عظیم مقصد کا علم تھام کر پوری دلجمعی کے ساتھ اِصلاح کا کام شروع کر دیں تا کہ چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور محبت کا فیض عام ہو جائے اور روئے ارض پر بسنے والے تمام انسان اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی رحمت کے سایہ میں آ کر فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، ہماری راہنمائی فرمائے، ہر مشکل آسان فرمائے، اِس عظیم کام کیلئے مطلوبہ ذرائع اور روحانی قوت عطا فرمائے اور لوگوں کے دلوں کو دین حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

واٰخر دعونا اِن الحمد للہ رب العالمین ○

اکابر اہل سنت کی تصانیف میں تدلیس و تدسیس

(پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

پروفیسر سعید نفیسی کی رائے!

پہلے مشہور ایرانی محقق اور فاضل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے سے پروفیسر سعید نفیسی کی تصنیف "جستجو در احوال و آثار فرید الدین عطار نیشا پوری" سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کروں، موصوف لکھتے ہیں:۔

"جب اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے تو آغاز ہی سے انہیں ایران میں اپنے پیرو کثیر تعداد میں مل گئے۔ دراصل اسلامی فرقوں کی تاسیس کا سہرا ایرانیوں کے سر ہے۔ اس کی دلیل بالکل واضح اور روشن ہے ایرانی باشندے عربوں کے تسلط سے پہلے بارہ سو سال تک دنیا میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے اس لئے انہیں اپنے اوپر خلفائے دمشق یا خلفائے بغداد کی حکمرانی کسی طرح پسند یا گوارا نہ تھی یہی وجہ تھی کہ ہر ایرانی ایک اصول اپنی طرف سے وضع کرتا تھا اور ایک گروہ اس کا ہمنوا بن جاتا تھا اور یہ سلسلہ نویں صدی تک جاری رہا۔

پانچویں صدی تک بیشتر اہل ایران حنفی تھے یا شافعی تھے۔ طبرستان میں زیدیہ فرقہ اکثریت میں تھا۔ سبزوار کے علاقے میں شیعہ جعفریہ کا غلبہ تھا۔ قزوین میں اسمٰعیلیہ کا زور تھا۔ کرامیہ فرقہ جنوبی خراسان میں معروف تھا۔ صوفیہ اپنے آپ کو اِن فرقوں سے مافوق سمجھتے تھے اور کسی کی مخالفت نہیں کرتے تھے مشہور صوفی عبداللہ انصاری حنبلی تھے اِن کے علاوہ چھٹی صدی تک تمام صوفیہ حنفی تھے۔

مؤلف "مجالس المومنین" نے جو شیعہ تراشی میں مشہور ہے۔ عطارؒ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دلیل میں وہ اشعار پیش کئے ہیں جو اُنہوں نے علی ابن طالب کی منقبت میں لکھے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے "ہر چہار یار" کی مدح کی ہے اور دونوں گروہوں کے تعصب کا ذکر کیا ہے۔ طہران میں عطار کی بعض مثنویوں میں سے پہلے تین خلفاء کے مناقب کو اسی لئے حذف کر دیا گیا ہے۔ ایرانی شیعہ دور صفویہ سے پہلے، تینوں خلفاء کی شان میں بدزبانی نہیں کرتے تھے۔ عطار نے ہر مثنوی میں چار یار کی مدح کی ہے۔ اگر چہ موجودہ نسخوں میں مدحِ خلفاء کو حذف کر دیا گیا ہے مگر قلمی نسخوں میں مدح موجود ہے۔ مثلاً اسرار زمانہ میں مرقوم ہی

سپہر صدق را خورشید انور
امیر المومنین صدیق اکبرؓ
شریعت راشتین قرۃ العین
رفیقِ مصطفےٰ و ثانی اثنین

قلمی نسخے میں ایک شعر یوں ہے۔

سوار دیں پسرعم پیمبر
شجاع شرع و صاحب حوضِ کوثر

لیکن طہران کے مطبوعہ نسخے میں اِسے اس طرح تبدیل کیا گیا ہے:۔

خصوص آل وارث دین پیمبر
چراغِ شرع و صاحب حوض کوثر

بیعت نامہ عطار کے قلمی نسخہ میں یہ اشعار موجود ہیں۔

تا نبی صدیق را محرم گرفت
صبح صادق جملہ عام گرفت
مردہ ای کہ می رودبروئے خاک
ہست از قول نبی صدیق پاک

مدح صدیقی میں ۲۷ ، اشعار ہیں، مدح فاروقی میں ۲۲ اشعار ہیں، مدع عثمانی میں 27 اشعار ہیں، لیکن اِسی بیعت نامہ کا جو ایڈیشن 1354 میں طہران سے شعائع ہوا ہے۔ اس میں ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اس میں شک نہیں ہے کہ عطار سلسلہ کبیرویہ سے متعلق تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے معتقد تھے۔(اہل سنت میں سے تھے نہ کہ شیعہ)

عطار سے ٦٦ کتابیں منسوب ہیں لیکن اِن میں سے صرف دس کتابیں ان کی مصنفہ ہیں۔ خسرو نامہ، مختار نامہ، اسرار نامہ، مصیبت نامہ، دیوان، جواہر نامہ، شرح القلب، الٰہی نامہ، پند نامہ اور منطق الطیر۔

جو کتابیں ان سے منسوب ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام جواہرالذات ہے یہ کتاب [illegible] میں طہران سے شائع ہوئی تھی لیکن اس کتاب کے مصنف نے اکثر مقامات پر ''اظہار

"تشیع" کیا ہے اس لئے کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ یہ کتاب عطار کی تصنیف ہو، اسی طرح حلا
نامہ بھی عطار کی تصنیف نہیں ہے تیسری کتاب جو عطار سے منسوب ہے۔ اس کا نام سی فصل
"گوینده ایں کتاب ہم شیعہ بوده" اِس کتاب کے اِن شعر سے ثابت ہے کہ اِس کا مصنف و
ہے جس نے جواہرالذات لکھی ہے۔ وہ شعر یہ ہے!

بجوہر ذات لفتم ایں معانی
توی باید کہ ایں معنی بدانی

لسان الغیب بھی اِن کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اِس میں یہ اشعار مندرج ہیں:۔

شیعہ پاک است عطار اے پسر
جنس ایں شیعہ بجان خود بخر
ماز فاروق التجابر کندہ ایم
پے ز نورین شمار ببریدہ ایم

پروفیسر نفیسی نے آخر میں یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔

در ہر صورت ہیچ تردیدے نیست کہ مردے بودہ است جعال۔ در قرن نہم، کہ خود را فر
الدین عطاری خواند دور مشہدی زیست و چندیں کتب ست و بے مغز مانند اشتر نامہ، بلبل نا
جواہر الذات، حلاج نامہ، خیاط نامہ، کنز الاسرار، لسان الغیب، مظہر العجائب، ساختہ کہ ہیچ و
فریدالدین عطار نیشاپوری، نیست صفحہ ۱۶۶

جونسخہ جواہرالذات کا میری نظر سے گذرا ہے اِس میں سے صرف دو شعر ذیل میں درج ک
ہوں جن سے پوری کتاب کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ بات بھی واضح ہو جائیگی کہ یہ شعر حضرت
فریدالدین عطار نیشاپوریؒ اپنے قلم سے ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے۔

محمد را شناس ایں جا خدا تو
دگرنہ اوفتنی اندر بلا تو
علی با مصطفٰے ہر دو خدایند
کہ دم دم راز برما می کشانید

ان شعروں کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا کہنے والا عبداللہ ابن سبا کا
وغیرہ تھا اور طائفہ ضالہ باطنیہ یا قرامطہ سے تعلق رکھتا تھا۔

ہمانے پروفیسر سعید نفیسی کی محققانہ تصنیف سے یہ اقتباسات اس لئے درج کئے ہیں کہ
حقیقت واضح ہو جائے کہ۔

۱۔ قرامطہ نے صوفی بن کر اپنے عقائد باطلہ کو اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط کر
عوام کیلئے امتیاز بین الحق والباطل ناممکن ہو گیا۔

۲۔ تصوف کے نام سے عامۃ المسلمین میں اپنے عقائد شائع کر دیئے اور شیخ طریقت بن
ان عقائد کو دن رات اپنی مجلسوں میں بیان کر کے جاہل اور سادہ لوح اہل سنت کے دل و
دماغ میں اس طرح پیوست کر دیا کہ وہ اِن کی جذباتی اور اخلاقی اور روحانی زندگی کا جزو لاینفک
بن کر رہ گئے چنانچہ وہ ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے کسی غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں اِن کی
زبان پر بے ساختہ کسی اپنے ہی جیسے عاجز اور فانی انسان کا نام آ جاتا ہے حالانکہ تصوف نام ہی
ہے نقش غیر کو لوحِ دل سے مٹا دینے کا۔

کجا غیرد کو غیرد کو نقش غیر
سوی اللہ واللہ مافی الوجود
کل مافی الکون وہم او خیال
او عکوس فی المرایا و ظلال

۳۔ اسلام کے اِن دشمنوں نے تصوف کی مشہور کتابوں میں اپنے عقائد شامل کر دیئے اور
جہاں موقع ملا اسلامی عقائد کو خذف کر دیا۔

۴۔ مشہور صوفیوں کے نام کا ناجائز استعمال کیا، یعنی کتابیں خود لکھیں مگر انہیں اہل سنت
کے مشہور مشائخ روحانی سے منسوب کر دیا۔

۵۔ تقیہ کی بدولت عوام اور خواص دونوں کو مدتوں تک مغالطے میں رکھا۔

یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ مرید اللہ تک پہنچنے کیلئے وہی طریق اختیار کرے جو اس کا شیخ اِسے
بتائے جس طرح کسی دنیاوی فن مثلاً موسیقی، مصوری، خطاطی، سنگ تراشی وغیرہ میں کمال حاصل
کرنے کے لئے شاگرد وہی طریق کار اختیار کرتا ہے جو اِس کا استاد اسے بتاتا ہے لیکن تصوف کی
تاریخ میں رفتہ رفتہ ایک غلطی عام ہو گئی جس کی وجہ سے تصوف بھی بدنام ہو گیا اور صوفیوں میں
بدعت پرستی بھی راہ پا گئی وہ غلطی یہ تھی کہ بعض جاہل مریدوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کی راہ میں مرید
مسلوب الارادہ ہو جانے کے ساتھ ساتھ مسلوب العقل بھی ہو جانا چاہیے۔ اسی عقل و فہم سے

بیگانہ ہو جانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تصوف کی کتابوں میں اور مشائخ کے ملفوظات میں جو خلاف شرع اور خلاف عقل باتیں دشمنان اسلام کی تدسیس وتحریف وتدلیس سے داخل ہو گئی ہیں کوئی شخص نہ ان کی تغلیط وتکذیب کی جرات کرتا ہے نہ انہیں ان کتابوں سے خارج کرنے کا خیال دل میں لا سکتا ہے۔ یہ ہے وہ تقلید کور یا اندھی عقیدت جس نے تصوف کو بھی بدنام کیا اور مسلمانوں کی عقلی زندگی کو بھی مفلوج کر دیا۔

آہ محکومی و تقلید و زوال تحقیق

گذشتہ بیس سال میں تصوف کی جس قدر کتابیں نظر سے گذریں۔ اکثر و بیشتر کتابوں میں ایسی روایات موجود پائیں جو نہ نقلاً صحیح ہیں نہ عقلاً۔ بلکہ ان کی لغویت اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ آئندہ اوراق میں اِس کی متعدد مثالیں درج کی جائیں گی۔ اِس موقع پر میں اِس حقیقت کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ دشمنان اسلام نے کتب تصوف کے علاوہ مسلمانوں کے مذہبی ادب کے ہر شعبے میں اپنے عقائد شامل کر دیئے ہیں اور اسلام کی تاریخ کو تو خاص طور پر تدسیس وتحریف وتدلیس کا ہدف بنایا ہے۔ اس تمہید کے بعد اب میں تصوف کی مختلف کتابوں سے اپنے دعوے کے ثبوت میں شواہد پیش کرتا ہوں۔

(۱) حدیقۃ الحقیقۃ۔ مصنفہ حکیم سنائی غزنوی۔ فارسی نظم میں تصوف پر قدیم ترین کتاب ہے۔ جو میری نظر سے گذری ہے۔ اس کے دو نسخے میرے پیش نظر ہیں۔ ایک نسخہ مطبوعہ طہران ہے۔ جس پر مدرس رضوی استاد دانش گاہ طہران نے مقدمہ بھی لکھا ہے۔ دوسرا نسخہ لکھنو کا چھپا ہوا ہے۔ ذیل میں مقدمۂ مذکورہ سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

''سنائی پہلا شاعر ہے۔ جس نے تصوف کے مضامین کو فارسی میں نظم کیا (ص کج) چونکہ اس نے اپنے عقائد کی تفصیل میں دوستی آل علیؓ میں غلو کے علاوہ آل ابوسفیان کے ساتھ دشمنی کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس لئے علماء نے اس کی تکفیر کی اور اس کی کتاب کو کتاب گمراہی قرار دیا اور اس حد تک مخالفت کی کہ بہرام شاہ سلطان غزنوی نے اِسے قید کر دیا۔ (ص ل) زمانہ تصنیف (چھٹی صدی ہجری) سے اب تک اس کتاب میں ''تحریفات وتصریفات فراواں'' ہو چکی ہے (ص لب) مختلف قلمی نسخوں میں اشعار کی تعداد مختلف ہے بعض نسخوں میں پانچ ہزار ابیات ہیں، بعض میں چھ ہزار اور بعض میں دس ہزار ہیں (ص لب) اِس کتاب کے دو نسخے ایسے نہیں ملتے جن میں موافقت ہو اور یہ اختلاف بھی اس حد تک نظر آتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے (ص لط) قلمی نسخ

...ن میں مناقب امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب واولادہ الحسنؓ والحسینؓ کا اضافہ کیا گیا ہے۔
۸) قلمی نسخہ موسوم'' اور بعض دوسرے نسخوں میں فصل'' حرب جمل'' موجود نہیں ہے۔
۲۵۵)
مقدمہ نگار مذکور نے حواشی میں صدہا اختلافات کی نشاندہی کی ہے جنہیں بخوف طوالت نظر
انداز کیا جا رہا ہے، ایضاح مقصد کیلئے یہی دو حوالے کافی ہیں۔ اِن سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی
...نے مناقب علی واولادہ اور حرب جمل کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے سنائی کی شخصیت اور اِس
کتاب دونوں کو محلِ شک باعث تضحیک اور موجب لومۃ لائم بنا دیا۔ یعنی ایک تیر سے تین شکار کئے
...بس تحریف وحذف واضافہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری کتاب پایہ اعتبار سے ساقط ہوگئی۔ اب
...ے پاس کوئی آلہ یا مقیاس یا معیار ایسا نہیں ہے جس کی بناء پر ہم قطعیت کے ساتھ کوئی حکم لگا
...ں۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔
جو نسخہ نولکشور پریس لکھنو سے ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا اِس کے ساتھ خواجہ عبداللطیف
...ائی کے حواشی بھی ہیں خواجہ صاحب مرحوم اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں۔
''چونکہ ہندوستان میں دو نسخہ باہم موافق یافت نمی شد'' اِس لئے نواب محمد عزیز کوکلتاش
...ب نجان اعظم نے ۱۰۰۰ء میں ایک شخص کو غزنی بھیجا کہ وہاں سے صحیح نقل حاصل کرے۔ میں
...یہ نسخہ میر عبدالرزاق کے پاس اپنے وطن آگرہ میں دیکھا۔ ۱۰۳۷ھ میں اِس پر حواشی لکھے۔
(ملخص از دیباچہ)
خواجہ صاحب مرحوم قبل ازیں مثنوی مولانا روم کے مشکل اشعار کی شرح کر کے علمی دنیا میں
...ت حاصل کر چکے تھے، اِس شرح کا نام لطائف معنوی ہے اور اِس کی قدر و قیمت کا اندازہ اِس
...ت سے ہو سکتا ہے کہ مشہور معاندِ اسلام پروفیسر آر، اے نکلسن نے اپنے ترجمہ اور حواشی میں
...شرح سے استفادہ کلی کیا ہے، حدیقہ پر جو حواشی خواجہ صاحب مرحوم نے لکھے ہیں وہ میری
...ئے میں حرفِ آخر کا حکم رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِن کے بعد کسی کو اِس کتاب پر حواشی لکھنے کی
...ت نہ ہو سکی۔
آمدم بر سر مطلب! سنائی نے اِس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی مدح وثنا کے بعد حضرات
...ریق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ کے مناقب لکھے ہیں۔ اِن سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اہل سنت
...ت تھا لیکن جب وہ حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے مناقب لکھتا ہے تو پیروان ابن سبا کالب و

لہجہ اور انداز بیان اختیار کر لیتا ہے۔ نیز ان تمام روایات کو آب و تاب بیان کرتا ہے جو قطعاً مو
ہیں اور تمام محدثین نے انہیں رد کر دیا ہے۔ میں بخوف طوالت وہ تمام اشعار تو نقل نہیں کر سکتا گو
صفحات کا حوالہ ذیل میں درج کیے دیتا ہوں۔

صفحہ ۲۷۱۔ صفحہ ۲۰۳، صفحہ ۲۷۸ تا صفحہ ۲۹۹ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو ۱۸۸۷ء لیکن بطور نمو
چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

عنوان حربِ جمل کے تحت نولکشوری اور ایرانی دونوں نسخوں میں یہ اشعار مندرج ہیں۔

در جمل چون معاویہؓ بگریخت
خون نا حق بسے بخیرہ بریخت
شُد ہزیمت بجانب بغداد
گشتہ از فعلِ زشتِ خود نا شاد
سرِ احرار حیدرؓ کرار
سرفرازِ مہاجر و انصار
چوں مصاف معاویہؓ بشکست
یافت بر لشکر معاویہؓ دست
جمل آں ستیزہ راپے کرد
برگ و ساز معاویہؓ فے کرد
ہو دج زن بخاک تیرہ فتاد
وز خجالت نقابِ رُخ نکشاد
گفت بد کر دہ امانم دہ
در ترحم کنوں زہانم دہ
خواند حیدرؓ برادرش رازود
جملہ احوال ہا ورا بنمود
رفت وقتے محمد ﷺ بو بکرؓ
آں ہمہ صدق وفارغ از ہمہ مکر
پس بر آہیخت تیغ تا بزند

گفت حیدر مکن، کس ایں نکند

عفو کن تا بسوئے خانہ رود

بعد ازیں کار ہائے بد نکند

بسوئے مکہ زود بفر ستاد

در تواضع محل او نہ نہاد

با ہزار خجالت و تشویر

رفت زی مکہ بجفتِ گرم وزحیر

عاقبت ہم بدست آں باغی

شد شہید و بلشتشن آں طاغی

آنکہ با جُفت مُصطفٰے زیناں

بدکند ،مرورا بمرد مخواں

چوں ازیں گشت فارغ آں بد مرد

قصدِ جان امیر حیدر کرد

پسر ہند اگر بد و بد کرد

آں بدی داں کہ جملہ باخود کرد

ہم نے یہ اشعار کلیجے پر پتھر کی سل رکھ کر نقل کیے ہیں۔ انتہائی مجبوری میں کیونکہ اگر میں ان ... اشعار کو نقل نہ کرتا تو اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ کہ پیروان عبداللہ ابن سبا نے جن کی ... دشمنی کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ۳۱۷ھ میں خانہ کعبہ سے حجرِ اسود ... اپنے پیشوا کے مکان کی دہلیز میں دفن کر دیا تھا۔ تا کہ ہر آنے اور جانے والا اسے پامال کرتا ... تصوف کی کتابوں میں حذف اور اضافہ کا مقدس فریضہ انجام دے کر لاکھوں مسلمانوں کی ... کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ اور ان کی داخل کردہ روایات مرور ایام سے مسلمان صوفیوں کے ... میں اس طرح پیوست ہو چکی ہیں کہ ان کا جدا کرنا کسی انسان کے بس کی بات ... ہے۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی مجلس میں جھوٹی ... بات کو جھوٹا کہہ دے تو تمام سُنی مسلمان، اس کو سنگ سار کرا دیں گے۔

... ناظرین ان اشعار آبدار کو پڑھ کر خود فیصلہ کر لیں کہ کیا کوئی صحیح العقیدہ سُنی مسلمان اس

نم کے ناپاک اشعار لکھ سکتا ہے؟ لاریب ان اشعار کا کہنے والا دشمن اسلام ہی نہیں ہے بلکہ جاہل بھی ہے۔ اگر یہ اشعار سنائی کے ہیں تو اس کی اسلام دشمنی اور جہالت دونوں باتیں اظہر من الشمس ہیں۔ اور اگر اس کے نہیں ہیں تو میرا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار کسی دشمن دین سبائی نے اپنی طرف سے کتاب میں داخل کر دیے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سنائی کی جلالت شان کی بدولت آٹھ سو سال میں کتنے مسلمانوں کا ایمان تباہ ہوا ہوگا۔ اگر سنائی کو خباثت اور سبائیت سے بری کرنے کے لئے ان اشعار کو الحاقی تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی دشمنان اسلام تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور چونکہ ان اشعار کو متنِ کتاب سے حزف کر دینے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لئے آب زم زم میں یہ ناپاک قطرات بدستور شامل رہیں گے۔

یہ حقیقت کہ ان اشعار کا مصنف تاریخ سے ناآشنا ہے۔ یعنی جاہل ہے۔ ان اشعار سے عیاں ہے۔

(۱) درجمل چوں معاویہ بگریخت۔ تاریخ اسلام کا ہر واقف جانتا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت معاویہؓ قطعاً شریک نہیں ہوئے تھے۔

(۲) پس برآئیخت تیغ تابزند۔ کسی تاریخ میں یہ بات مزکور نہیں ہے کہ محمد ابن ابی بکر نے اپنی خواہر محترم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

(۳) شد شہید و بلشتش آں طاغی۔ کسی تاریخ میں یہ بات مرقوم نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ام المومنینؓ کو شہید کیا تھا۔

اِن صریح کذاب بیانوں کے علاوہ اِن اشعار میں اُم المومنینؓ اور حضرت معاویہؓ کی شان اقدس میں جو ژاژ خائی اور ہرزہ سرائی کی گئی ہے اِس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اِس کا مرتکب اللہ، رسول اللہؐ اور دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں رکھتا سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہؓ بفحوائے کلام اللہ، سب مسلمانوں کی ماں ہیں۔۔ اپنی ماں کی توہین کرنے والا اسلام تو درکنار انسانیت ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔

آخر میں فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں اِن کا جی چاہے سنائی کو دائرہ انسانیت سے خارج کر دیں یا پھر ان ہفوات کو کسی دشمن اسلام کی خباثت قلبی کا مظاہرہ یقین کر کے الحاقی قرار دیں۔ میں بذات خود ان اشعار کو الحاقی یقین کرتا ہوں۔

پاکستان ترقی پذیر کیوں نہیں ہو رہا؟

(کے ایم اعظم)

پاکستان کی مسلسل پسماندگی کی وجہ بہت سے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی عوامل ہیں جو باہم ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے پر شدت سے اثر انداز ہو رہے ہیں۔ زیر نظر مضمون کا مقصد یہی ہے کہ ان حالات اور وجوہات پر روشنی ڈالی جائے، جن کی بدولت وطن عزیز ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہیں۔

1۔عدل وانصاف

اقتصادی اور معاشی سرگرمیاں صرف قانونی، اقتصادی اور معاشرتی عدل وانصاف کے ڈھانچے میں ہی جاری وساری رہ سکتی ہیں۔ جب تک کسی معاشرے میں قانون کی حکمرانی قائم نہیں ہوتی اس وقت تک معاشرے کے ارکان کو یہ اطمینان نصیب نہیں ہوتا کہ ان کی محنت اور مشقت کا صلہ انہیں کسی رکاوٹ اور دشواری کے بغیر ملتا رہے گا۔ ایسی یقین دہانی اور اطمینان کے بغیر کسی معاشرے کا کوئی شخص بھی اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ تاریخ عالم اس امر کی واضح طور پر شہادت دیتی ہے کہ دو ایسے نظام ہیں جو دنیا میں کبھی نہیں چل سکتے۔

ان میں سے پہلا وہ اقتصادی نظام ہے جس میں سرمایہ کاری کی صلاحیت اور گنجائش موجود نہ ہو اور دوسرا وہ سیاسی نظام ہے جس میں جبر وتشدد اور ظلم وستم کارفرما ہو اور جس کا رُخ عوام کی فلاح و بہبود اور مسرت وخوشحالی کی طرف نہ ہو۔

2۔احتساب کا فقدان

ہر وہ معاشرہ اور سیاسی نظام جو انقلابی خصوصیات کا حامل ہو اور جامد نہ ہو اس میں اصلاح اور تنزل کے ہر دو رجحانات بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ ان رجحانات کی اصل وجہ اندرونی اور بیرونی یعنی باطنی اور خارجی دونوں ہو سکتی ہیں۔ ایک کمزور نظام، جیسا کہ ہمارا موجودہ نظام ہے اور جس کی بنیاد نوآبادیاتی ورثے پر رکھی گئی ہے۔ گذشتہ پچاس سال سے تنزل اور تباہی و بربادی کے اثرات تیزی سے قبول کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ نظام فرسودہ ہونے کی وجہ سے جان کنی کے عالم میں ہے۔

انقلابی اور حرکی نظام ہر آنے والے چیلنج کا موثر مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس طرح احتساب کی بدولت مزید طاقت حاصل کر کے زندہ وقائم رہتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پیش آنے والے ہر چیلنج کا متحد اور مستحکم ہو کر مقابلہ کرنے کی بجائے، ہماری قوم کا ردعمل ہمیشہ منقسم، منتشر اور کمزور رہا ہے۔

ہماری قوم کا امتیازی وصف یہ ہے کہ ہم مشکلات اور خرابی کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال کر خود بچ

نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بات یہ نہیں کہ ہم میں، دوسرے لوگوں کے مقابلے میں، برے افراد کی تعداد زیادہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اچھے لوگ، اتنے اچھے نہیں، جتنے دراصل انہیں ہونا چاہیے اور درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں جو بحران اور پیش آنے والے چیلنج کے موقع پر کھڑے ہوکر اور ڈٹ کر مقابلہ نہیں کرتے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال۔

''کہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا،،

3۔ بدلتی ہوئی اقتصادی پالیسیاں

اس نصف صدی میں ترقیاتی نظریات کی فراوانی اور کثرت رہی ہے۔ اس کی وجہ ایک طرف ''ترقیاتی طبقہ اشرافیہ'' کا جبر ہے کیونکہ اس طبقہ کے افراد نے بھی نہ بھی اور کوئی نہ کوئی نئی بات ضرور کہنا ہوتی ہے تاکہ ان کی ترقی پسندی کا بھرم قائم رہے۔ دوسری جانب بین الاقوامی علمی صنعت کی زندہ رہنے کی عام جبلت ہے۔ ان میں سے ہر ایک داعی پرانے نظریات (جن سے لوگ پہلے ہی شناسا ہوتے ہیں) میں فروعی دلچسپی ضرور رکھتا ہے۔ مگر زیادہ تر وہ اِس امر کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کے اپنے نئے خیالات یا متعلقہ نعرے ممکنہ حد تک اس کے اپنے نام کے ساتھ فروغ پائیں۔ ہر نئے نظریہ یا تھیوری کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ کثیر اخراجات سے نئے نئے نظریات سے معمور منصوبے مالی اعانت کے نقدان یا نگرانی کی کمی کی وجہ سے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بسا اوقات تو بعض منصوبوں کو نامکمل ہی چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس پر خرچ آنے والے کروڑوں روپے کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ نئے نظریات اور خیالات کے ساتھ یہ لگاؤ، تجربات کے ذریعے سیکھنے کے ضروری عمل کا بیڑہ غرق کر دیتا ہے۔ یہی رویہ دراصل پاکستان کے تمام اقتصادی اور معاشی مسائل کی اصل جڑ ہے۔

۱۹۷۰ء کے عشرہ کے اوائل میں حکومت پاکستان نے ''دیہی ترقی کے مربوط پروگرام'' کا جب ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا تو اس وقت مقامی حکومت کے ڈھانچے کے قیام کو ارادتاً اور جان بوجھ کر معرض التوا میں ڈال دیا۔ دراصل صدر محمد ایوب خان کے بنیادی جمہوریتوں کے نظام نے، جس کا خاکہ ابتدائی طور پر ایک قدیم ہندوستانی دستاویز سے لیا گیا تھا، بڑی حد تک کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ میرے خیال کے مطابق کم از کم زراعت کے شعبہ میں اس نظام نے کافی جگہ بنالی تھی لیکن فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے جاتے ہی برسر اقتدار آنے والے نئے حکمران نے، سابق حکمران سے کد کی وجہ سے، اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ پاکستان میں عام کارکردگی کے دوران میں بھی ملک وقوم کو کتنا بڑا نقصان پہنچا دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں دراصل یہ طرز عمل اپنایا جاتا ہے کہ آپ کے پیش رو کا کوئی کام یا منصوبہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اسے کسی حالت میں باقی نہیں رہنا چاہیے۔ ایسا کرتے وقت دراصل ملک وقوم کے مفاد اور نقصان کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا

ہے۔ بجائے اِس کے کہ پیشرو حکمران کے قائم کردہ کسی ادارے کے ڈھانچے میں مطلوبہ تبدیلیاں کر کے اسے مزید مضبوط بنا کر چلنے دیا جائے اور اِسی طرح تجربات کے ذریعے سیکھنے کے اہم اقدام کو اختیار کیا جائے ہر نیا حکمران، عوام میں ہر دفعہ نئی بات کہنے یا سنانے، نیا اور تازہ نعرہ لگانے یا اپنے فنِ خطاب کی عوام میں دھاک بٹھانے کے جبر کے تحت بیک جنبشِ قلم یا زبان تمام پرانے اداروں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور پچھلے منصوبوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیتا ہے، جس سے سیاسی نعرہ بازی کی بدترین مثالیں ملتی ہیں۔ ابھی کچھ ہی وقت پہلے ایسی ہی درگت نیشنل موٹروے کے عظیم الشان منصوبے کی بنائی گئی ہے۔ فارسی زبان کا مشہور مقولہ اِس طرزِ عمل پر صادق آتا ہے۔

”ہر کہ آمد عمارت نو ساخت“

بالکل اِسی طرح جب کوئی ترقیاتی کاوش یا حکمت عملی کامیاب ہونے لگتی ہے ہم اِس کو تبدیل کر کے اس کی جگہ بالکل مختلف حکمت عملی اختیار کر لیتے ہیں۔ ذرا یاد کیجئے! برسوں پہلے ہمارے ہاں منصوبہ بندی کے ناخدا اور نظریاتی فلسفی نے اپنی پالیسیوں سے دس سال تک بائیس ”سرمایہ دار گائیں“ پالیں۔ انہیں موٹا تازہ کیا، لیکن اِن سرمایہ دار گائیوں کو صرف اِس امید پر سوشلزم کے نئے نعرے کی قربان گاہ پر ذبح کر دیا گیا تا کہ ملک کے نئے آقا خوش ہو جائیں۔ ہمارا یہ طرزِ عمل بہت دردناک ہے۔ اِس صورت حال سے نجات پانے کے لئے ہمیں اولیاء کی ضرورت ہے نا کہ مفادات پرستوں کی۔

4۔ ناقص منصوبہ بندی

پاکستان میں منصوبہ سازی کی مشینری پڑھے لکھے، اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل ہے۔ یہ مشینری عالی مقام حکام کیلئے انگریزی زبان میں بہترین ڈرافٹ تیار کرنے میں ہمیشہ مصروف و مشغول رہتی ہے۔ یہ حضرات چونکہ ہر وقت معمول کے کاموں کے دباؤ تلے رہتے ہیں، اس لئے انہیں کچھ سوچنے، کچھ سمجھنے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا، چہ جائیکہ وہ ایسے منصوبے یا پروگرام تیار کر سکیں جن میں قومی وسائل اور عوام کی ضروریات کا خیال رکھا گیا ہو۔ ویسے بھی نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے کیونکہ منصوبہ سازوں کو تجربہ یہی بتاتا ہے کہ برسرِ اقتدار طبقہ کے سامنے سچ بولنا یا حقیقت بیان کرنا نہ صرف بہت مشکل ہے بلکہ امرِ فضول ہے۔ ناقص منصوبہ بندی کی صرف دو مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں ہر جگہ شہروں کو باہم ملانے والی ناقص تعمیر شدہ سڑکوں کے اطراف و جوانب فیکٹریوں اور کارخانوں کی قطاریں کھڑی کی جا رہی ہیں جن سے نہایت قیمتی اور زرخیز زرعی اراضی ضائع ہو رہی ہے۔ وسائل کے تمام پہلوؤں کے پیشِ نظر اور شہری منصوبہ بندی کرتے وقت، یہ فیکٹریاں اور کارخانے ایسے نئے شہروں میں قائم ہونے چاہئیں جو غیر زرعی یا بنجر علاقوں میں آباد ہوں۔

درحقیقت ہمیں چاہیے کہ ہم ایسی منصوبہ سازی کریں کہ تمام کارخانے اور فیکٹریاں دریائے سندھ کے اطراف و جوانب میں قائم کیے جائیں تاکہ دریا میں جہاز رانی کے ذریعے سے بھی مستفید ہوا جا سکے۔ دفاعی نقطہ نظر سے بھی یہ بہتر ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہماری حماقت کا ذرا اندازہ لگائیں کہ ہماری توانائی کی پیداوار گیس اور تیل کی مرہون منت بنادی گئی ہے، جبکہ وطن عزیز میں بجلی پیدا کرنے کے آبی وسائل کی بہتات اور کثرت ہے۔ مزید برآں آبی وسائل سے بہت سستی بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

5۔ سیاست معیشت پر حاوی ہے:

یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ اپنی ساری عمر میں، آسائشوں سے معمور زندگی کا مظاہرہ راقم نے ۱۹۸۰۔۸۲ میں لبنان میں جاری خانہ جنگی کے دوران میں بیروت میں دیکھا۔ یہ مظاہرہ صرف اس لئے دیکھنے میں آیا کیونکہ لبنانی اور فلسطینی لوگ جنگ کے باوجود اپنی معیشت کو سیاست پر ہر حال میں ترجیح دیتے تھے۔ ہر صبح تمام سرحدی جھڑپیں روک دی جاتی تھیں تاکہ عیسائیوں کے زیر قبضہ مشرقی بیروت سے تازہ سبزیاں اور پھل مسلمانوں کے زیر قبضہ مغربی بیروت میں آسانی سے پہنچ سکیں۔ اس کے بالکل برعکس ہم سیاست کو معیشت پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم بڑے سیاست دان ہیں اور ہمیں دنیا میں ہر لمحہ نئی اور تازہ ہونے والی انقلابی تبدیلیوں کا شعور ہی نہیں۔ یہ آن بدلتی دنیا ہمارے بے لچک موقف اور رویوں کو ماضی میں دھکیل دیتی ہے۔ ہم نے اپنے "تحفظ اور بچاؤ" کا صرف یہ حل نکال رکھا ہے کہ اپنی تمام خامیوں، خرابیوں اور کوتاہیوں کو دوسروں کے کھاتے میں ڈال کر ہر وقت اِن پر الزام تراشی کے تیر برساتے رہیں تاکہ ہماری طرف کسی کی توجہ مبذول نہ ہو۔ اِس تمام تر مایوس کن صورتحال کے باوجود یہ صرف معیشت ہی ہے جو اندرونی اور بیرونی طور پر ہمارے لئے اہم ترین ہے۔ تجربات کے عمل سے سیکھے بغیر ہم سیاسی دلیل بازی اور کج حجتی جاری رکھتے ہیں، نشے میں دھت اِس شخص کی طرح جس نے روشنی سے مستفید ہونے کی بجائے روشنی کے کھمبے کو محض سہارے کیلئے تھام رکھا ہو۔

6۔ کثیر العناصر تعلقات

ہمارے جیسے روایتی معاشرے میں، حکومت ایک شخص کے گاؤں یا ذات کے "اخلاقی دائرہ" سے باہر ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حکومت اور عوام کے درمیان تعلقات، ترقی یافتہ ممالک کے برعکس، صرف ایک مفاد سے کثیر العناصر تعلقات میں بدل جاتے ہیں۔ روایتی سوسائٹی میں ایک دیہاتی سرکاری افسر کا استحصال کرنے کے لئے یا خود اِس کے استحصال سے بچنے کے لئے، حکومت اور عوام کے درمیان جو خصوصی تعلقات، رائج ہونے چاہیں، اِن کا رشوت اور سفارش کے ذریعے

ل لیتا ہے۔ یہ کثیر العناصر تعلقات روایتی معاشروں میں سرکاری نظم ونسق کو خراب کر کے ن پہنچاتے ہیں۔ نیز اِس میں منتظمین اپنے ذاتی اور قریبی دوستوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیتے ہیں محض یہ خوف یا ڈر دامنگیر ہوتا ہے کہ اگر ذاتی تعلقات والے وفادار لوگ موجود نہیں ہوں یہ خدشہ ہر وقت لاحق رہے گا کہ ماتحت افراد وفاداری کا دم نہ بھریں اور کسی وقت بھی مخالفت ع کردیں۔ ایسے حالات میں، پاکستان میں انسان یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ فلاح و بہبود پر دید ادارے قائم کرنے والے لوگ بھی اپنے سٹاف میں ایسے افراد کو بھرتی کرتے ہیں جن کا ان کے اپنے علاقے یا قوم سے ہوتا ہے۔ وفاداریوں کی یہ تقسیم، دراصل تیسری دنیا کے تمام پذیر ممالک میں سرکاری اِنتظامیہ کے لئے ایک ''بہت بڑا مسئلہ'' بن کر رہ گئی ہے۔ یا پھر دوسرے وں میں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معاشرتی نظم و ضبط کی سطح بہت گر گئی ہے جو دراصل روایتی شروں میں بدعنوانی، رشوت ستانی اور کرپشن کی اصل جڑ ہوتی ہے۔

7۔ کرپشن، بدعنوانی اور رشوت ستانی

۱۹۶۰ کی دہائی کے آغاز میں امریکہ کے ماہر اقتصادیات پروفیسر ڈبلیو۔ ڈبلیو راسٹاؤ نے دی ترقی کے پانچ مدارج بتائے جن کے ذریعے روایتی معاشرہ کم وبیش ڈیڑھ صدی کے اندر ختلف مراحل طے کرتا ہے اور اِس طرح ابتدائی حالات اور پختگی کی طرف جدوجہد سے لے کر ع عوامی صرف تک پہنچتا ہے۔ اسی طرز پر میں نے بھی کرپشن کے پانچ ہی مدارج کا اپنی ایک ب میں ذکر کیا ہے، جن کی بدولت کوئی معاشرہ انسانی زندگی کے اسفل ترین درجے تک صرف چوتھائی صدی کے دوران میں گر جاتا ہے۔ یہ مدارج حسب ذیل ہیں۔

(۱) کسی کام کے کرنے کے سلسلہ میں روایتی فوائد حاصل کرنا۔

(۲) کسی کام کے کرنے میں نقصان رساں حد تک فوائد حاصل کرنا۔

(۳) غبن اور چوری۔

(۴) حکمت عملی کی تیاری کے دوران میں بدعنوانی یا رشوت ستانی۔

(۵) جب دیانتدار بددل ہو کر خاموشی سے پیچھے ہٹ جائیں۔

یہ امر واضح ہے کہ ہم لوگ اِس وقت اِس بیماری کے پانچویں درجے پر پہنچ چکے ہیں۔ کرپشن چوتھے درجے میں اعلیٰ حکام اثر و رسوخ کا شکار ہو کر ایسی منصوبہ سازی کرتے اور ایسی حکمت عملی ار کرتے ہیں کہ جس سے پوری قوم کے مفادات کا تحفظ کرنے کی بجائے صرف مخصوص طبقوں مفادات کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ اِن لوگوں کی غلط سوچ پر مبنی پالیسیاں بعض اوقات ملک کو کئی ال پیچھے دھکیل دیتی ہیں۔ اس درجے کی بدولت کرپشن کے ایک نئے درجے کی راہ ہموار ہوتی

ہے، جو آخر کار معاشرے کو تباہی کے آخری گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔ انجام کار، اکثر و بیشتر اعلیٰ افسروں کی جانب سے قومی مفادات کے خلاف حکمت عملی اور ننگے استحصال کی بدولت بچے کچھے دیانت دار عمال بددل اور دل برداشتہ ہو جاتے ہیں، اِن کی کلمہ حق کہنے اور سچ بولنے کی عادت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا پھر انہیں سختی کے ساتھ کچل دیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں دیانت دار حکام، عوام میں دلچسپی لینا چھوڑ دیتے ہیں اور کرسیوں کو پیچھے کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور آخر کار وہ وقت آ جاتا ہے جب مکمل تباہی اور بربادی ایسے معاشرے کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کر دیتی ہے۔ اگر کرپشن پر قابو پانا ہے اور اسے روکنا ہے تو لازمی ہے کہ اعلیٰ درجے کے بدعنوان اور رشوت خور افسروں کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے اور مجرم ثابت ہونے پر اِن کا صفایا کر دیا جائے۔ پاکستان میں کرپشن تیزی سے پھیلی ہے کیونکہ کرپٹ اور بدعنوان ہونے کے فوائد بے شمار تھے اور اکثر و بیشتر ایسے لوگوں نے اس کے نقصانات محسوس نہیں کیے۔ اِس طرح اگر کرپشن کا خاتمہ کرنا مقصود ہے تو پھر ہمارے معاشرے کو اپنے تا حال سزا اور جزا کے طرزِ عمل کو بدلنا ہوگا اور ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ کرپشن کے خلاف جہاد کرنا بالکل ہی بے سود ہے اگر ہمارے معاشرے کی اُونچی سطحوں ہی پر راست بازی کی اعلیٰ ترین مثالیں موجود و موثر نہ ہوں۔

8۔ تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت کے بغیر قومی ترقی کے طویل المیعاد منصوبوں میں سے کسی کی بھی کامیابی کی امید نہیں۔ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم بد سے بدتر ہو چکا ہے اور روز بروز مزید انحطاط پذیر ہے، تاہم اس سلسلہ میں نجی شعبہ کسی حد تک بہتر معیار اور بہتر نتائج پیش کر سکتا ہے، لیکن نجی شعبہ کی تعلیم بہت مہنگی ہونے کی وجہ سے مزید ایک مسئلہ پیدا ہو چکا ہے، یعنی ہمارا معاشرہ دو انتہاؤں میں تقسیم ہو جائے گا جس کے نتیجے میں معاشرتی ہلچل اور اضطراب کے خطرات بڑھ جائیں گے۔

9۔ زراعت کی فوقیت

کوئی اور کہانی ہماری زرعی ترقی کی کہانی سے زیادہ دردناک نہیں۔ جیسا کہ آپ خود جانتے ہیں کہ ہمارے پاس دنیا بھر کے عمدہ ترین زرعی وسائل موجود ہیں، جس کے باوجود ہم نے ان کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری زراعت شروع سے اور مسلسل، احمق سیاست دانوں اور نااہل نوکر شاہی کے پنجہ غضب کا شکار رہی ہے۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اواخر اور ۱۹۷۰ کی دہائی کے اوائل میں، جب ہماری زراعت میں نمایاں پیش رفت ہو رہی تھی، عین اس وقت پالیسی اور حکمت عملی تبدیل کر کے اس کا زور توڑ دیا گیا، یعنی سبز انقلاب کی ٹیکنالوجی کو ترک کر کے غربت ہٹانے کی طرف مائل دیہی ترقی کی حکمت عملی اختیار کر لی گئی۔ یہ مہلک غلطی تھی اور ہماری زرعی

ت آج تک اِس صدمہ سے بحال نہیں ہوسکی۔ بھارت جو شروع ۱۹۷۰ء میں ہم سے بہت پیچھے ب وہ بہت آگے نکل گیا جبکہ ہم بہت پیچھے رہ گئے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ پاکستان میں تمام مجرم بچ نکلتے ہیں۔ حال ہی کی بات ہے کہ عالمی منڈی میں ہمارے مشہور باسمتی چاول کو کساد ی کے مسئلہ پر کسی نے بھی جستجو کرنے یا اِس کی وجہ معلوم کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی۔ بے شک ی زراعت نے کچھ برسوں کے دوران میں بعض فصلوں اور اجناس میں اچھی خاصی پیش رفت کی لیکن ۱۹۷۰ء کے عشرہ کے اوائل میں اِس کی اصل روح کو ہی ختم کر کے رکھ دیا گیا۔

کستان میں زرعی ترقی کے طویل المعیاد منصوبے کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ زراعت پیشہ ی کے لئے معاشرتی انصاف پر مبنی کوئی ایک موزوں اور مستحکم ڈھانچہ قائم کیا جائے۔ میرے ں میں ہمارے کسان بھائی، اب تک مظلوم و مجبور اور ستائے ہوئے لوگوں پر مشتمل ہیں جو زرعی وں کی گرتی ہوئی شرح اور زوال پذیر نظام عدل کا مسلسل شکار ہیں۔ کسانوں کی اصلاح احوال لئے حکومت کو اہم ترین اقدام کرنا چاہیے وہ یہ ہیں کہ دیہی سطح پر، مقامی حکومت کا موثر نظام قائم ے جس کے تحت ہمارے دیہاتی بھائی اپنے مقدر کے خود مالک بن سکیں اور مستقبل کا مقابلہ اعتماد و حوصلے کے ساتھ کر سکیں۔ حکومت کو درپیش سب سے بڑا کام یہ ہے کہ زندگی کی عام ضروریات ت بالاتر ہو کر دیہی آبادی کی تخلیقی توانائیوں کو کس طرح بروئے کار لایا جائے، جس سے اِن کی زندگی کے انتخاب میں وسعت پیدا ہو۔ ایران کے فلسفی بادشاہ، اردشیر کا مقولہ ہمارے بالکل ب حال ہے کہ "فوج کے بغیر اقتدار نہیں رہ سکتا اور دولت کے بغیر فوج قائم نہیں رہ سکتی، زراعت بغیر دولت نہیں مل سکتی اور عدل و انصاف کے بغیر زراعت نہیں ہو سکتی۔

10۔ مسیحائی اندازِ فکر

اگرچہ قرآن پاک ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اِس قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جو خود اپنی لت بدلنے کے لئے تیار نہ ہو"۔ اِس کے باوجود اسلام میں کسی مسیحا کی آمد کا مضبوط عقیدہ موجود س کے ماننے والوں کی امیدوں اور توقعات کا مرکز ہے۔ مسلمانوں کے ہر دو فرقے شیعہ اور امام مہدی کی آمد کے منتظر رہتے ہیں جو اِن کا تزکیہ کر کے اِن کو پاکیزہ بنادیں گے اور لوگوں کو عمل کے قوانین کی حکومت کے تحت متحد کریں گے۔ بڑے بڑے کام کرنے کی حوصلہ افزائی نے کی بجائے روحانی مداخلت کی ایسی امید اور آس ہمیں مسلسل بے عملی اور تقدیر پرستی کی طرف تی ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ دراصل ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی آستینیں کس لیں اور سر جوڑ کر ت تک مسلسل کام کرتے جائیں تاوقتیکہ ہمارے منصوبے حقیقت میں مکمل نہیں ہو جاتے سا نہ ہو کہ ہم رومانوی خوابوں کی دنیا میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ (۱۸ جون ۱۹۹۶ء)

اپنے آپ کو پہچاننے کا بیان

(ابو حامد محمد الغزالیؒ)

فصل! تم یہ مت گمان کرو کہ جن امور کا ذکر ہوا وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے ہیں بلکہ ہر آدمی اپنی اصل کے اعتبار سے اس قابل ہے جیسے کوئی لوہا اپنی اصل کے اعتبار سے ایسا نہیں کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے۔ جس میں جہان کی اشیاء کی تصاویر نظر آئیں اور یہ کہ اس میں زنگ لگ جائے، اور اس کی اصل میں پیوست ہو کر اسے خراب نہ کر دے۔ یہی حال دل کا ہے کہ اگر دنیا کی حرص اور خواہشات نیز گناہ کا جذبہ اس پر غالب آ جائے اور اس میں گھر کر لے تو دل زنگ آلود ہو کر میلا ہو جائے گا اور یہ قابلیت اس میں نہیں رہتی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرہ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ

رہ گئی بات کہ ہر آدمی میں اس کی لیاقت واہلیت ہے تو اس کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے دی چنانچہ ارشاد ہے۔

الست بربکم۔ قالو بلا (الاعراف)

اگر کسی عقل مند سے پوچھیں کہ کیا دو ایک سے زیادہ نہیں تو جواب یقیناً اثبات میں ہوگا کیونکہ عقل مند نے ایسا کان سے سنا ہو یا نہ اور ایسے ہی آنکھ سے دیکھا ہو یا نہ۔ لیکن اس جواب کی صداقت میں کسی کو شبہ نہیں۔ تمام انسانوں کی خلقت کی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی سب آدمیوں کی فطرۃ کا تقاضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ

مزید ارشاد فرمایا

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا (الروم)

عقلی دلیل اور تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ وہ بھی جنس بشر سے تعلق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم (الکھف)

جس شخص پر یہ راہ کھلی ہے اگر تمام مخلوق کی اصلاح کا طریق اللہ تعالیٰ اسے بتلائے اور سب مخلوق کو ہدایت کی طرف بلائے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس شخص معین (نبی) کو بتلایا

نبوت کہتے ہیں اور خود اس شخص کو پیغمبر! اور اس کے مخصوص حالات کو معجزات کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص باقی مخلوق کو بلا کر اس کی ہدایت میں مشغول نہ ہو تو اسے ولی کہتے ہیں اور اس کے مخصوص حالات کو کرامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جس شخص کے یہ حالات ہوں ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کی ہدایت میں مشغول ہو بلکہ یہ قدرت الٰہی پر منحصر ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہے اس وقت ہدایت کے کام میں مشغول نہ کرے کہ ہنوز شریعت تازہ ہو اور فی الوقت اس کی ضرورت نہ ہو۔ یا بعض ایسی شرائط ہوں جو اس میں نہ پائی جاتی ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ اولیاء کی ولایت اور ان کی کرامات کے معاملہ میں اپنا اعتقاد درست رکھے اور یہ محسوس کر کے یہ معاملہ محنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس میں محنت کی شدید ضرورت ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کھیتی میں محنت کرنے والے کو غلہ ضرور حاصل ہو اور سفر کرنے والا ضرور ہی منزل پر پہنچے اور ڈھونڈنے والا ضرور ہی مطلوبہ چیز پالے۔ جو کام اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس کی شرطیں بہت ہوتی ہیں اور اس کا حصول کارے دارد! اور مقام معرفت میں انسان کے جو درجات ہیں تو یہ کام ان میں سے سب سے بڑے درجے والا ہے نہ تو یہ بغیر کوشش نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی مرشد کامل کے بغیر! اور اگر یہ دونوں نصیب ہو جائیں تو پھر بھی امداد و عنایت الٰہی کے بغیر کامیابی مشکل ہے اس کے ساتھ ہی تقدیر ازلی میں اس کے مقدر میں اس سعادت کا لکھا ہونا بھی ضروری ہے ورنہ ساحل مراد کو پہنچنا مشکل ہے اور علم ظاہری میں درجہ امامت کا حصول اور باقی اس جیسے سبھی کام ایسے ہی ہیں۔

فصل:۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ اصل دل ہے اور اسے معرفت کی وجہ سے جو بزرگی حاصل ہے حیوانات سے وہ بزرگی پرچھائیں سی معلوم ہوتی ہے۔ اب معلوم ہونا چاہئے کہ بوجہ قدرت بھی عظمت حاصل ہے یہ فرشتوں کی خاصیت ہے اور حیوانوں کو یہ بزرگی حاصل نہیں۔ جہاں تک اس قدرت کا تعلق ہے تو اِس کی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عالم اجسام فرشتوں کا مسخر ہے کہ فرشتے جب مناسب سمجھتے اور مخلوق کو ضرورت مند دیکھتے ہیں تو اللہ کے حکم سے مینہ برساتے ہیں، بہار میں ہوائیں چلاتے ہیں اور بچہ دانی میں حیوان کی طرح زمین میں روئیدگی کا نظام قائم کرتے ہیں گویا ہر کام پر فرشتوں کی ایک جماعت متعین ہے جو اِس نظام کو چلاتی ہے اسی طرح انسانی دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے اور اِس کو بھی اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے تابع ہیں۔ ہر ایک کا بدن خاص جہان ہے اور یہ دل کا تابع ہے اِس واسطے کہ یہ بدیہی

حقیقت ہے کہ نہ تو دل انگلی میں نے اور نہ علم وارادہ انگلی میں ہے مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی حرکت کرنے لگتی ہے اور جب دل غصہ میں ہوتا ہے تو تمام جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے اور جب دل میں جنسیت کا دل پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر متعلقہ اعضاء پر پڑتا ہے اور جب دل میں کھانے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو زبان کے نیچے کی قوت خدمت کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دل پورے بدن میں متصرف ہے اور بدن دل کے تابع ہے لیکن یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ بعض دل جوزیادہ باعظمت ہیں اور فرشتوں کے زیادہ قریب ہیں بدن کے علاوہ اوراجسام بھی ان کے تابع ہے لیکن یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ بعض دل جوزیادہ باعظمت ہیں اور فرشتوں کے زیادہ قریب ہیں بدن کے علاوہ اوراجسام بھی ان کے تابع ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں۔ مثلاً اس دل کی ہیبت اگر شیر پر پڑے تو وہ عاجز اور مطیع ہو جائے۔ اگر بیمار کے معاملہ میں وہ دل ہمت دکھائے تو بیمار اچھا ہو جائے۔ اور اگر تندرست کی طرف ہمت کرے تو وہ بیمار پڑ سکتا ہے اگر چاہے کہ فلاں شخص ہمارے پاس آئے تو اس کا دل بھی ایسا ہی چاہے گا اگر اس پر ہمت باندھے کہ بارش برسنے لگے تو ایسا بھی ممکن ہے یہ سب عقلی طور پر ممکن اور تجربہ سے ثابت ہے۔ نظر لگنا اور جادو بھی اسی قبیل سے ہیں۔ تمام چیزوں میں آدمی کے نفس کا دخل ہے۔ مثلاً حاسد نفس اگر کسی چار پایہ کو دیکھ کر از راہ حسد اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

العین تدخل الرجال القبر والجمل القدر۔

نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں ڈال دیتی ہے۔

دل کو جو قدرتین حاصل ہیں ان میں سے یہ عجیب قدرت ہے۔ ایسی خاصیت اگر کسی نبی سے ظاہر ہو تو وہ معجزہ ہے ولی سے ظاہر ہو تو کرامت ہے۔ اس قسم کی خاصیت والا آدمی نیک کاموں میں مشغول رہتا ہے تو اسے ولی کہتے ہیں۔ اگر برے کام میں مشغول رہتا ہے تو وہ جادوگر ہے اور سحر ہو یا کرامات و معجزات سب کا تعلق آدمی کے دل کی قدرت سے ہے۔ اور ان میں جو فرق ہے اس کی یہاں گنجائش نہیں۔

فصل:۔ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا اسے جو نہ جانے گا وہ حقیقت نبوت کو نہیں پہچان سکتا بلکہ گفت وشنید کے ذریعہ کچھ نہ کچھ جان لے گا۔ اس واسطے کہ نبوت اور ولایت آدمی کے دل کے بڑے درجات میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ جن حالات سے عوام کو خواب میں واسطہ پڑتا ہے وہ حالات اس درجہ والے کو جاگنے میں معلوم

پہچانتے ہیں۔ دوسری یہ کہ عوام کے نفوس فقط ان کے بدن میں اثر کرتے ہیں مگر اس درجہ والے
نبی کا نفس بدن سے بھی باہر کی چیزوں پر اثر کرتا ہے لیکن اس انداز سے کہ اس میں بناؤ بگاڑ نہ ہو
تیسری یہ کہ جو چیزیں عوام کو سکھانا پڑتی ہیں اس درجہ والے کو بغیر سیکھے دل کے ذریعہ معلوم ہو جاتی
ہیں۔ اور چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص تیز عقل اور صاف دل والا ہوتا ہے بغیر سیکھے بعض علوم
اس کے دل میں آجاتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص بہت ہی تیز عقل اور بہت ہی صاف دل
ہو وہ علاوہ بہت سے علم یا سارا ہی خود بخود جان لے اور ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ
تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وعلمناه من لدنا علما (الکھف)

اور جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ انبیاء علیہم السلام یا اولیائے کبار میں سے ہوتا
ہے اور جسے اِن میں سے ایک خاصیت حاصل ہے اس کو بھی یہ درجہ حاصل ہے اور ہر ایک میں
بہر حال فرق ہے اِس لئے کہ کسی کو تھوڑا کمال حاصل ہوتا ہے تو کسی کو بہت اور جناب
رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ باکمال تھے کہ آپ کو تینوں خاصیتیں بکمال وتمام حاصل تھیں۔
جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوق کو آپ کی نبوت کا حال بتلایا جائے تا کہ لوگ آپ کی پیروی کریں
اور سعادت کی راہ سیکھیں تو اِن تینوں خاصیتوں میں سے ہر ایک شائبہ اِن کو عنایت کیا ایک سے تو
خواب دیکھایا دوسری سے مخلوق کی سمجھ درست کر دی اور تیسری نے علوم میں اِن کے دلوں کو
راست کر دیا اور یہ ممکن نہیں کہ آدمی ایسی چیز پر ایمان لائے جس کی جنس اِس کے دل میں موجود نہ
ہو اس لئے کہ جس چیز کا شائبہ آدمی میں نہ ہوگا اِس چیز کی صورت اِس کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہی
وجہ ہے کہ حقیقت الٰہیہ کو کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا ہاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اِس کی تحقیق ہم نے
معانی اسماء اللہ میں تفصیل سے پیش کی ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ ہم اِس امر کو جائز سمجھتے ہیں کہ اولیاء و
انبیاء کے واسطے اِن تینوں خاصیتوں کے سوا اور خاصیتیں بھی ہوں۔ جن کا ہم میں شائبہ نہیں اِس
وجہ سے ہم انہیں نہ جانتے ہوں اور جیسا ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو اُس کے سوا پوری طرح کوئی نہیں
جانتا اِسی طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو بھی کما حقہ کوئی نہیں جان سکتا وہ یا تو اپنے آپ کو خود
جانتا ہے یا جو اِس سے مرتبہ میں زیادہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آدمیوں میں نبی کی قدر و منزلت نبی ہی
جانتا ہے اور ہمیں اِس سے زیادہ معلوم نہیں، اِس واسطے کہ لوگ اگر ہم سے ذکر کرتے کہ ایک شخص
گر پڑتا ہے اور بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ سنتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا اور

جب دیکھنے سننے والا ہوتا ہے تو اپنا حال بھی نہیں جان سکتا۔ اگر ہم نیند سے محفوظ ہوتے کہ ہم لوگوں کا یہ کہنا بھی نہ مانتے اِس واسطے کہ آدمی کی فطرت ہے کہ جو اِس نے نہ دیکھا ہو اِس کا اعتبار نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه ولما ياتهم تاويله (یونس)

مزید ارشاد فرمایا۔

واذلم يهتدوا به فسيقولون هذا إفْكٌ قديم (هود)

تمہیں اِس بات کا تعجب نہ کرنا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء میں ایسی کوئی صفت ہو اور کسی کو اِس کی کچھ خبر نہ ہو اور انہیں اِس صفت کے سبب عمدہ لذتیں حاصل ہوں۔ اِس واسطے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ جس کو شعر کا ذوق نہ ہو وہ آگ سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا اگر کوئی اِس بے ذوق کو شعر کا معنی سمجھانا چاہے تو ایسا ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ اِسے شعر کی خبر ہی نہیں اِسی طرح ایک اندھا رنگ اور دیدار کی لذت کا معنی نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تعجب نہ کرنا چاہیے کہ درجہ نبوت کے بعد بعض ادراک پیدا کرے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

فصل:۔ سابقہ بیانات سے تمہیں بندگی کی اصلیت معلوم ہوگئی ہوگی اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ صوفیوں کی راہ کیا ہے؟ تم نے یہ سنا ہوگا کہ صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ علم اِس راہ کی آڑ ہے اور تم نے اِس کا انکار کیا ہوگا حالانکہ تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ صوفیہ کا یہ کہنا بالکل صحیح اور حق ہے اس لئے کہ اگر تو محسوسات اور اِن کے علم کے ساتھ مشغول رہے گا تو یہ شغل اِس حال سے پردہ اور حجاب ہوگا اور جہاں دل کا تعلق ہے وہ حوض کی مانند ہے اور حواس گویا پانچ نہریں ہیں جن کے ذریعے حوض میں پانی جاتا ہے اگر تو یہ چاہے کہ حوض کی تہہ سے صاف پانی نکلے تو اِس کی تدبیر یہ ہے کہ جو پانی باہر سے حوض میں آتا ہے اور جس کے سبب کیچڑ ہو جاتا ہے اِسے حوض سے نکال دے اور نہروں کا راستہ بند کر دے تاکہ باہر سے پانی نہ جانے پائے اور حوض کو کھودتا کہ اِس کی تہہ سے صاف پانی نکلے۔ یاد رکھ جب تک بیرونی پانی حوض میں بھرا رہے گا ممکن نہیں کہ اِس کی تہہ سے پانی نکل سکے۔

اسی طرح جب تک باہر والے علم سے دل خالی نہیں ہوگا۔ اندرونی طور پر جو علم پیدا ہوتا ہے پیدا نہیں ہو سکے گا، ہاں عالم اگر اپنے آپ کو سیکھے ہوئے علم سے خالی کرے اور اِس کے ساتھ مشغول نہ رہے تب وہ علم حجاب نہیں ہوگا اور ممکن ہے کہ اِس عالم کو کشف حاصل ہو۔ اِسی طرح اگر

کوئی شخص محسوسات کے خیال سے اپنا دل خالی کر لے تب وہ خیالات بھی حجاب نہ ہوں گے۔ حجاب کا سبب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے اہلسنت کے عقائد و معتقدات سیکھے اور گفتگو اور مباحثہ کے لئے دلائل بھی سیکھے اور اپنے آپ کو اِس کے لئے وقف کر دیا اور یہ فرض کر لیا کہ اِس علم کے سوا کوئی دوسرا علم ہے ہی نہیں تو اب اِس کے دل میں جو آئے گا تو وہ یہی کہے گا کہ جو کچھ میں نے سیکھا ہے یہ اِس کے خلاف ہے اور چونکہ اِس کے خلاف ہے لہٰذا باطل ہے تو ایسے آدمی کو کاموں کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ جو معتقدات لوگوں کو سکھائے جاتے ہیں وہ حقیقت نہیں بلکہ ڈھانچہ ہیں، حقیقت اور پوری معرفت وہ ہے کہ حقائق ڈھانچے سے ایسے کھل جائیں جیسے ہڈی سے گودا!۔

اے پیارے تجھے جاننا چاہئے کہ جو عالم عقائد کی تائید کے لئے جھگڑنے کا طریقہ سکھاتا ہے اس پر کوئی حقیقت نہیں کھلتی جب اِس نے یہ سمجھ لیا کہ تمام علوم تو میں جانتا ہوں تو یہ خیال اور سمجھ اس کے لئے حجاب بن جاتی ہے اور چونکہ یہ سمجھ اِس پر غالب ہوتی ہے اِس لئے ایسے لوگ اِس درجہ سے محروم رہتے ہیں اور جو عالم اِس سمجھ کو دور کرے اِس کا علم اِس کیلئے آڑ و حجاب نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ کشف اسے نصیب ہو جائے گا اور اس کا درجہ کامل ہوگا اور اس کی راہ اِس شخص کی راہ سے بہت سیدھی ہوگی۔ جس کا قدم علم میں پہلے سے مضبوط نہ ہو اور مدت تک باطل خیال میں پھنسا رہا ہو اور تھوڑا سا شبہ بھی اِس کیلئے آڑ بن جائے بخلاف عالم کے کہ وہ ایسے خطرات سے بے خوف ہوتا ہے۔

اے پیارے! اگر تو کسی صاحب کشف سے سنے کہ علم آڑ اور حجاب ہے تو اِسے اس کا معنی سمجھنا چاہیے نہ کہ اِس کا انکار کرنا چاہیے۔ لیکن غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والے نفس پرست لوگ جو اِس زمانہ میں آ موجود ہوئے ہیں اِن کا یہ حال بالکل نہیں انہوں نے صوفیوں کی بتائی ہوئی کچھ واہیات باتیں سیکھی ہیں۔ اِن لوگوں کا شغل یہ ہے کہ سارا دن اپنے آپ کو دھوتے ہیں، گودڑی اور جانماز سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے علم اور علماء کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ لوگ قابل قتل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ انسانوں کے شیطان اور اللہ اور اِس کے رسول کے دشمن ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے علم اور علماء کی تعریف کی ہے اور سارے جہان کو دولت علم دی ہے۔ یہ لوگ نہ تو صاحب حال ہوئے ہیں اور نہ انہوں نے علم سیکھا ہوتا ہے تو انہیں علم اور علماء کی برائی کیسے جائز ہے اور اس بد بخت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے سنا ہو کہ کیمیا سونے سے بہتر

ہے اس لئے کیمیا سے بے انتہا سونا ہاتھ آتا ہے اور جب سونے کا خزانہ اِس کے سامنے رکھیں تو ہاتھ نہ بڑھائے اور کہے کہ سونا کس کام کا؟ اور اِس کی کیا حقیقت ہے؟ مجھے تو کیمیا چاہیے جو سونے کی اصل ہے اور سونا نہ لے اور کیمیا اِس نے دیکھی ہو اور نہ ہی وہ اسے جانتا ہو ایسا شخص بد بخت ہونے کے ساتھ ساتھ بھوکا اور مفلس بھی رہتا ہے اور محض اِس بات سے خوش رہتا ہے کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے اور بڑھ بڑھ کے باتیں بناتا ہے تو یاد رکھو کہ انبیاء اور اولیاء کا کشف تو کیمیا کی مانند ہے اور علماء کا علم سونے کی مانند ہے اور کیمیا مالک کو سونے کے مالک پر فوقیت حاصل ہے۔

لیکن یہاں پر ایک نکتہ بھی ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنا ہی کیمیا ہو جس سے سونے کے سو دینار سے زیادہ حاصل نہ ہو سکتے ہوں تو ایسے شخص کو اِس شخص پر کوئی فضیلت حاصل نہیں جس کے پاس سونے کے ہزار دینار موجود ہیں اور جیسا کہ کیمیائی کتابیں اور باتیں نیز اِس کی تلاش و جستجو تو بہت ہے لیکن اِس زمانے میں اِس کی حقیقت کمیاب ہے اور اکثر تلاش و جستجو کرنے والے دھوکہ کھا جاتے ہیں ایسا ہی حال صوفیوں کا ہے اصل صوفی پن اِن لوگوں میں ہے نہیں، جو ہے تو وہ بہت تھوڑا اور درجہ کمال کو پہنچیں یہ تو بہت کم ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ جو کوئی تھوڑا سا صوفی ہو اِسے ہر عالم پر فضیلت حاصل نہیں۔ کیونکہ اِن میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ ابتدا میں کچھ خلل اِن پر ظاہر ہوتا ہے اِس وقت اس درجہ سے گر پڑتے ہیں اور مقام کمال کو نہیں پہنچتے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ سودا اور خیال خام اِن پر غالب ہوتا ہے جس کی کچھ اصل نہیں اور وہ اِسے ہی حق اور مستحکم سمجھنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اور جیسا خواب میں اصل حقائق بھی نظر آتے ہیں اور واہیات خیالات بھی۔ اِسی طرح اِس حال میں بھی ہوتے ہیں بلکہ عالموں پر اس صوفی کو فضیلت حاصل ہے جو اِس حال میں ایسا کامل ہوا ہو کہ جو علم دین سے تعلق رکھتا ہو اور اوروں کے سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ صوفی جو بغیر سیکھے اِس علم کو جان لے لیکن ایسا معلوم ہے بہت کم! تو تمہیں چاہیے کہ اے پیارے تصوف کی اصل راہ اور صوفیوں کی بزرگی کو تو تسلیم کر اور اس زمانہ کے صوفیوں کے سبب اُن اصلی صوفیوں سے بدگمان نہ ہو اور ان میں سے جو علم اور اہل علم پر طعنہ زنی کرے تو تو سمجھ لے کہ وہ نادان ہے۔ (جاری ہے)

سفارش

مولانا محمد یوسف خان

معاشرہ میں رہتے ہوئے ہر انسان دوسرے انسان کے کام آتا رہتا ہے اس کام آنے پر اور مختلف طرح کی ضروریات میں لوگوں کا ہاتھ بٹانے اوران کی مدد کرنے پر یقیناً ثواب ملتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔من کان فی حاجۃ اخیہ کان فی اللہ حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ کربۃ من کربات یوم القیمۃ (رواہ البخاری و مسلم، مشکوۃ حدیث نمبر۴۷۳۹)''جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی ضروریات میں کام آتے ہیں اور جو کسی مسلمان کی مصیبت کو حل کردے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں کو اس کیلئے حل کردے گا''۔مسلمان کی ضرورت میں تعاون اللہ اور اس کے محبوب کی خوشنودی کا باعث بھی ہے ارشاد نبوی ہے:۔من قضی لاحد من امتی حاجۃ یریدان یسرہ فقد سرنی ومن سرنی فقد سر اللہ ومن سر اللہ دخلہ الجنۃ (رواہ البیہقی ،مشکواۃ حدیث نمبر۴۷۷۷)''جو شخص میری امت میں سے کسی کی ضرورت پوری کرے تاکہ وہ خوش ہوجائے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا۔اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو وہ اسے جنت میں داخل کردے گا ''۔چنانچہ بندوں کی ضرورت پوری کرنے اور ان کے کام آنے کا ایک طریقہ سفارش کا بھی ہے۔جسے عربی میں شفاعۃ کہتے ہیں۔

سفارش کی ترغیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کرنے کی ترغیب بھی دلائی جب کوئی سائل یا ضرورت مند آپ کے پاس آتا تو آپ صحابہؓ سے فرماتے اشفعوفلتو جروا (متفق علیہ مشکوۃ حدیث)''سفارش کرو تاکہ سفارش کرنے کا ثواب تمہیں ملے''۔اللہ تعالی نے قران کریم میں بھی فرمایا:من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا (سورۃ النساء آیت نمبر۸۵)''جو شخص اچھی سفارش کرے اسے سفارش کی وجہ سے ثواب ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے گا تو اسے اس کا گناہ ملے گا۔

سفارش کی حقیت

اس آیت میں اللہ تعالی نے سفارش کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر واضح کردیا ہے کہ

نہ ہر سفارش بری ہے اور نہ ہر سفارش اچھی ہے۔ اچھی سفارش کے لئے یہ شرط ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو اور ضرورت مند اپنی کمزوری کے سبب حاکم یا افسر تک بات نہیں پہنچا سکتا تو آپ اس کی ضرورت کو آگے پہنچا دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس سفارش کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعت سیئہ یعنی بری سفارش ہے۔

ناجائز کام کی سفارش کرنے والا گناہ میں شریک رہے گا سفارشش کی حقیقت کو ذہن میں رکھ کر جو انسان کسی نیک اور اچھے کام کی سفارش کرے گا تو صدقہ جاریہ ہوگا اور اسے ثواب ملتا رہے گا لیکن اگر غیر اخلاقی غیر شرعی اور ناجائز کام کیلئے سفارش کی خواہ وہ کام بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو سفارش کرنے والے کو اس وقت تک گناہ ہوتا رہے گا جب تک کہ اس کی سفارش کی بنا پر برے کام کرنے والا اسے جاری رکھے گا جیسے کسی چور، ڈاکو، سمگلر، یا دھوکہ باز کو سفارش کر کے چھڑوا لیا۔ جب تک وہ ان جرائم کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ سفارش کرنے والا اس وقت تک گناہ میں شریک رہے گا۔ اس لئے سفارش کرنے سے پہلے معاملہ کی حقیقت کو اچھی طرح پرکھ لیجئے۔

ثواب کا مدار سفارش کرنے پر ہے نہ کہ اس کے قبول ہونے پر سفارش قبول ہونے پر یہ امر مد نظر رہے گا کہ سفارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بات آگے پہنچا دیں یا کسی درخواست پر تائید لکھ دیجئے۔ چاہے وہ سفارش مانی جائے یا نہ، اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ، اس میں سفارش کرنیوالے کا کوئی داخل نہ ہونا چاہیے۔ اگر کام نہ ہو تو سفارش کرنیوالے کو نا گواری اور سبکی محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ اس لئے مفسرین لکھتے ہیں کہ سفارش والی آیت میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ سفارش کا ثواب یا عذاب اس بات پر موقوف نہیں کہ وہ سفارش قبول کر لی جائے بلکہ سزا و جزاء کا تعلق صرف سفارشش کر دینے کے ساتھ ہے آپ نے اچھی سفارش کر دی، بس آپ کو اجر مل گیا۔ غلط سفارش کی تو گناہ ہوا چاہے کام ہوا یا نہ ہوا۔

سفارش کرنے والے کو ہدیہ لینا جائز نہیں

ہمارے معاشرے میں سفارش کے ساتھ ایک اور لفظ رشوت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ سفارش یا رشوت میں سے کوئی چیز استعمال کرو تو کام بنے گا اور پھر سفارش کے ساتھ ساتھ رشوت کا دروازہ کھول لیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری کی

شخص پہلے ہی فرمادی ارشاد نبوی ہے:۔ من یشفع لاحد شفاعۃ فاھدی لہ ھدیۃ علیھا فقبلھا فقداتی بابا عظیما من ابواب الربوا (راوہ ابو داؤد، مشکوۃ حدیث نمبر ۳۵۸۲) ''یعنی جس نے کسی کی سفارش کی، پھر سفارش کرنے کی بناپر اس نے ہدیہ دیا اور سفارش کرنے والے نے وہ قبول کرلیا تو اس شخص نے سود اور حرام مال کے دروازوں میں سے ایک بڑا دروازہ کھول دیا''۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفارش قبول کرنے والے ہدیہ اور تحفہ وغیرہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔

شرعی حدود میں کسی کو سفارش کا حق نہیں

اور سفارش کرنے والے کو یہ درست ہے کہ سفارش صرف حقدار کو حق دلوانے کیلئے کی جانی چاہیے۔ لیکن حقوق اللہ اور اللہ کی قائم کردہ حدود کو جاری نہ کرنے کی سفارش کرنا جائز نہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واسلم نے ارشاد فرمایا:۔ من حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ (رواہ احمد وابوداؤد، مشکوۃ حدیث نمبر ۳۴۴۸) ''جو شخص اللہ کی قائم کردہ حدود میں سفارش کرکے حائل ہو تو اس نے اللہ سے ضد کی''۔ لہٰذا وہ حقوق جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہے۔ جیسے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت وغیرہ اس میں کوتاہی کرنے والوں کو اور اس جرم کے مجرم کو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ سزاء کو سفارش، تحفہ جات یا رشوت کے ذریعہ ختم کردینا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:۔ جس کا جذبہ سفارش اس قدر بڑھ جائے کہ اللہ کی حدود میں وہ سفارش کرنے لگے تو یقیناً اس نے اللہ کے حکم کا مقابلہ کیا ایسا شخص مرتے وقت خدا کی ناراضگی میں گرفتار رہے گا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش کے معزز قبیلہ بنو مخزوم کی معزز ترین عورت سے چوری کا جرم سرزد ہوگیا۔ رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا لیکن قریش نے باہمی مشورہ سے رسول ﷺ کے محبوب حضرت اسامہ بن زید سے سفارش کروائی۔ اس پر آپ ﷺ انتہائی ناراض ہوئے اور فرمایا:۔ ''اے اسامہ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان کے معزز لوگ جرم کرتے تو انہیں سزا نہ دیتے تھے اور جب معمولی درجہ کے لوگ جرم کرتے تو انہیں پوری سزا دیتے تھے۔ اے اسامہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کی مرتکب ہوتو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا'' (متفق علیہ، مشکوۃ حدیث نمبر ۳۴۴۷)

سفارش کی حیثیت مشورہ اور تائید کی ہے نہ کہ حکم کی!

جب کوئی شخص سفارش کرے تو پھر اس کے قبول کرنے پر طرح طرح کے دباؤ نہ ڈالے نہ تعلق اور رشتہ داری کے ذریعہ نہ وجاہت اور عہدہ کی وجہ سے۔ اس لئے سفارش کی حیثیت ایسی جیسے تائید کے ساتھ مشورہ دیا جائے اور یہ بات اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جس میں مذکورہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی آزاد کردہ کنیز نے جب اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی بعد میں مغیث کچھ پریشان نظر آئے، رسول ﷺ نے کنیز سے دوبارہ نکاح کرنے کو فرمایا۔ اس پر حضرت بریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش اور مشورہ ہے تو میری طبیعت اس پر آمادہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکم تو نہیں بلکہ مشورہ اور سفارش ہے۔ حضرت بریرہؓ نے (اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ انکار سے آپ کو ناگواری نہ ہوگی) صاف طور پر عرض کیا کہ میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی تو رسول اللہ ﷺ نے خوش دلی سے انہیں ان کے حال پر رہنے دیا''۔ یہ سفارش کی حقیت تھی جو باعث ثواب ہے۔

سفارش معاشرتی لعنت کیوں بنی؟

آج کل کے لوگوں نے سفارش کا حلیہ اتنا بگاڑ دیا ہے کہ وہ سفارش کے بجائے ایک فیشن، رسم اور رواج کے طور پر جاری ہے جسمیں درحقیت تعلقات وجاہت اور رعب کا اظہار کرنا اور اس کے ذریعہ دباؤ ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان کی سفارش نہ مانی جائے تو ناراض ہوجاتے ہیں سفارش قبول نہ ہونے کی صورت میں اپنی سبکی اور بے عزتی محسوس کرتے ہیں۔ آج کل سفارش کو حق دلوانے کے لئے استعمال کرنے کے بجائے سودے بازی کی صورت اختیار کی جاتی ہے کہ آج میں نے اس کیلئے کردی ہے تو کل میرے لئے سفارش کرے گا اور پھر میں جس کے پاس سفارش کی جاتی ہے وہ بھی سوچنے لگتا ہے کہ مجھے بھی اس سے کام نکلوانے چاہیے۔ یقین جانیے آج کل کے لوگ سفارش کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اور کئی بار سوچتے ہیں کہ اگر آج میں نے فلاں کو سفارش کردی تو کل مجھے بھی دوسرے کا کام کرنا پڑے گا۔ دیکھئے تو سہی! ایک نیک کام کتنا مشکل، پیچیدہ اور بدنام ہو گیا ہے۔ یہاں تک کے لوگوں کا ذہن بن چکا ہے کہ سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں جو سفارش کی شرعی حقیت اور حیثیت تھی ہم نے اسے بھلا دیا جس سے سفارش کی روح ختم ہوگئی۔

سفارش کے ذریعہ پیدا ہونیوالے ناسوره کا علاج

اگر سفارش کے وقت ان آداب کا خیال رکھا جائے تو یقیناً آج معاشرہ میں سفارش کے بارے میں جو ذہنیت بن چکی ہے وہ بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اور یہ محسوس ہو جائے گا کہ جائز کام کی سفارش واقعی ثواب کا کام ہے پھر انشاء اللہ سفارش کرنے والے پر سفارش کرنا گراں گزرے گا اور نہ سفارش کروانے کے عادی لوگ سفارش کو بطور ہتھیار استعمال کریں گے۔ لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات نکل جائے گی کہ سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا (1) جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ برحق اور جائز ہونا چاہیے۔ (2) غیر اخلاقی، غیر شرعی کام کیلئے قطعاً سفارش نہ کی جائے خصوصاً ان امور کے بارے میں بالکل سفارش نہ کی جائے جن کی وجہ سے لوگوں کی جان، مال عصمت وعزت کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ (3) سفارش کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ ہی سفارش کے قبول کروانے کیلئے پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا جائے۔ (4) سفارش میں اپنے تعلق، رشتہ داری وجاہت کو استعمال نہ کیا جائے اگر یقین ہو کہ جس کی طرف سفارش کی گئی ہے وہ مجبوراً قبول کرلے گا تو پھر یا سفارش ہی نہ کی جائے یا یہ ظاہر کیا جائے "اگر آپ سفارش قبول نہیں کریں گے تو مجھے گراں نہیں گزرے گا۔ (5) اگر سفارش قبول نہ کی جائے تو سفارش کرنے والے کو اس سے بے عزتی اور سبکی محسوس نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ اگر آپ نے ثواب کی خاطر اچھے کام کی سفارش کی تھی چاہے کام ہو یا نہ ہو، آپ کو ثواب مکمل مل جائے گا۔ (6) سفارش کرنے کے بعد سفارش کرنے والے کو معاملہ سے الگ تھلگ رہنا چاہیے سفارش مانی جائے یا نہ سفارش کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہ ہونا چاہیے۔ (7) کسی شخص کیلئے اس لئے سفارش نہ کی جائے کہ کل یہ میرے لیے بھی سفارش کرے گا۔ (8) کسی شخص کیلئے سفارش کر دی یا اس کی سفارش قبول کر لی تو اب یہ مت سوچے کہ میں اب اس سے کیا کام نکلواؤں، ورنہ ثواب نہیں ملے گا۔ (9) سفارش کی وجہ سے کام ہو جانے کے بعد سفارش کرنے والے کو کسی قسم کا تحفہ یا ہدیہ نہیں دینا چاہیے۔ اگر پیش کیا جائے تو سختی سے رد کر دیا جائے۔ (10) اگر آپ کے پاس سفارش آئے تو سوچیئے کہ اس کے قبول کرنے سے کسی کا حق تو غصب نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہے تو سفارش قبول نہ کیجئے اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو اس کا اجر ملے گا کہ آپ نے حقدار کو اس کا حق دیا۔ (ان تمام امور پر عمل کر کے ہم سفارش کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکیں گے۔)

سالانہ اجتماع لمحہ بہ لمحہ

(حافظ محمد یٰسین)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ روح پرور اجتماع 8، 9 اور 10 اپریل کو مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ ہر تنظیم کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہیں۔ جن کے پیش نظر وہ ایسے اجتماعات ضرور منعقد کرتی ہے۔ جن سے اُن کی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جواب کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اِس کی بنیاد عصر حاضر کے عظیم روحانی بزرگ خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے 1950ء میں رکھی۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا مقصد مسلمانوں میں قرون اولیٰ جیسی صفات پیدا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اِسکے رسول کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت اِلی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرتا۔ اور روحانی توجہ سے اِنکے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔ کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اِسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرتا ہے۔ غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضاء، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔ اِنہی مقاصد کے پیش نظر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اجتماع کا باقاعدہ آغاز نماز جمعہ کے بعد تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کرنے کی سعادت عارف صاحب نے حاصل کی۔ اِسکے بعد زاہد محمود نے حضور اکرم ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ پہلے اجلاس کا سب سے اہم پروگرام شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خطبہ استقبالیہ تھا۔ جس میں شیخ سلسلہ نے آنے والے معزز بھائیوں کا مقامی بھائیوں اور خود اپنی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ جو گونا گوں مصروفیات ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے یہاں تشریف لائے۔

بعد ازاں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مرحومین کیلئے خصوصی دُعا کا اہتمام کیا گیا۔ دُعا کے بعد سلسلہ عالیہ کے بزرگ بھائیوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جن میں سب سے پہلے لاہور سے تشریف لائے ہوئے بزرگ بھائی مولوی محمد یعقوب صاحب کو اظہار خیال کیلئے مدعو کیا گیا۔ جنہوں نے ایمان کامل پر بڑے موثر انداز میں اظہار خیال کیا۔ پہلے دن کے اجلاس کی کاروائی میں نقابت کے فرائض ہمارے گکھڑ کے بھائی علی رضا نے سرانجام دیئے۔ علی رضا کی دلچسپ نقابت سے حاضرین بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ اسلام آباد کے بھائی خالد مسعود صاحب نے توحید کے موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا۔ خالد مسعود صاحب کے مقالہ کی خاص بات یہ تھی کہ اُنہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ایک خطبہ کو اپنا بنیادی محور کیا۔ جس میں حضرت عبدالقادر جیلانی نے توحید کو بہت تفصیل سے بیان کیا تھا۔ پہلے دن کے پہلے اجلاس کے آخری مقرر محترم عبدالقیوم ہاشمی تھے۔ جن کو سلسلہ کے ماہانہ مجلّہ فلاح آدمیت کا پہلا ایڈیٹر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہاشمی صاحب کے مقالے کا موضوع مظاہر فطرت اور معرفت باری تعالیٰ تھا۔ نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر کی محفل منعقد ہوئی۔ ذکر کرانے کی سعادت ہمارے بزرگ بھائی حضرت مولانا بشیر احمد نے حاصل کی۔ نماز عشاء کے بعد وقفہ طعام و آرام ہوا۔ اِجتماع کے دوسرے دن نماز فجر کے فوراً بعد ایصال ثواب کیلئے اجتماعی تلاوت کا اہتمام کیا گیا اور دُعا کی گئی۔ اجتماع کے دوسرے اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، نعت سید امین شاہ بخاری آف ملتان نے پیش کی راولپنڈی کے بھائی خورشید صاحب نے توحید کے اجتماعی اثرات پر روشنی ڈالی۔ راولپنڈی ہی کے بھائی غلام مرتضیٰ صاحب نے توحید اور شرک پر سیر حاصل گفتگو کی۔ عبدالرشید ساہی نے حقیقت انسان پر ایک پر جوش مقالہ پڑھا۔ جس نے حاضرین کو بہت زیادہ محظوظ کیا۔

نارووال سے رانا محمد صفدر صاحب نے بانی سلسلہ سے اپنی ملاقات اور کچھ یادگار واقعات سنائے۔

ننھے منے توحیدی بھائی عبدالصبور ڈار توحیدی نے کام کی فضیلت پر مختصر مگر جامعہ گفتگو

نے خدمت خلق کے حوالے سے بہت دلچسپ گفتگو کی۔ کی۔ چوہدری محمد حسین صاحب کی گفتگو سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ دوسرے دن کے اجلاس کا حاضرین چوہدری صاحب سب سے اہم پہلو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی کا سالانہ خطبہ تھا۔ خطبہ سے قبل مشہور نعت خواں سلمان اقبال آف ڈسکہ نے حمد ونعت پیش کی۔ حمد ونعت کے بعد شیخ سلسلہ نے مومن کے اوصاف اور فقر پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ خطبہ کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ تیسرا اجلاس نماز عصر کے بعد شروع ہوا۔ نقابت کے فرائض سید رحمت اللہ شاہ توحیدی نے سرانجام دیئے۔ اِجتماع میں شریک بھائیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا گیا۔ تعارف کے بعد سید عاشق حسین شاہ صاحب نے نماز کے موضوع پر بات چیت کی۔ شاہ صاحب کے بعد علی رضا نے توحیدی کی نماز پر روشنی ڈالی۔ محمد سلیم صاحب آف جڑانوالہ نے فضائل ذکر بیان کیئے، نماز مغرب کے بعد حلقۂ ذکر اور نشست بیعت منعقد ہوئی۔ بعد از نماز عشاء وقفہ طعام ہوا۔ اجتماع کا آخری اجلاس رات 11 بجے ہوا۔ اِس نشست میں محفل سماع منعقد کی گئی۔ جو صبح 4 بجے تک جاری رہا۔ ڈھائی بجے وقفہ چائے ہوا۔ اور دوبارہ محفل سماع شروع ہوئی۔ چار بج کر دس منٹ پر ترانہ توحیدیہ پیش کیا گیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ناشتے کا اہتمام کیا گیا اور پھر شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو بھائیوں کی روانگی تک جاری رہا۔ یوں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اِجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ لیکن یہ حقیقت میں آئندہ سال کیلئے نئے عزم اور حوصلے کا نقطہ آغاز تھا۔ اِجتماع کا سماں پورے سال کیلئے ہمارے دلوں میں تازگی اور نیا جوش پیدا کرتا رہے گا۔

آخر میں ہم خداوند کریم کے حضور دُعا گو ہیں۔ کہ وہ ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم کو اُجاگر کرنے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

بانی سلسلہ کی دیگر تصانیف



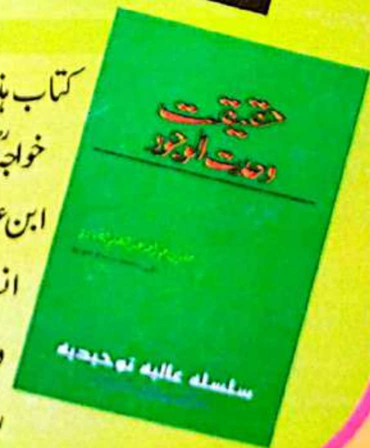
قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق
خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انکو یہ
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام
اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر
کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



کتاب ہذا وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے
خواجہؒ صاحب نے ذاتی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کیا
ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق۔
انسان کی بقا اور ترقی کیلئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔
روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔